

## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 26 / جون 2010ء بمطابق 13 / رجب 1431ھ بروز ہفتہ بوقت سہ پہر 4 بجکر 50 منٹ

پرزیر صدارت جناب سپیکر محمد اسلم بھوتانی، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب سپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبٰطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ

تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۗ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ

ذٰلِكَ عُدُوْنَا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُنۡصِلُهٗ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰى اللّٰهِ

يَسِيْرًا ۝ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كِبٰۤاِئِرَ مَا تُنۡهَوْنَ عَنْهُ نَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّاۡتِكُمْ

وَ نُدۡخِلِكُمْ مُّدۡخِلًا كَرِيْمًا ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

﴿پارہ نمبر ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت

ہو آپس کی خوشی سے۔ اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو کوئی یہ کام

کرے تعدی اور ظلم سے تو ہم اُن کو ڈالیں گے آگ میں۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے اگر تم

بچتے رہو گے اُن چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کریں گے تم سے چھوٹے

گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

جناب سپیکر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وقفہ سوالات۔ محترمہ روبینہ عرفان صاحبہ اپنا سوال پُکارتیں۔

محترمہ روبینہ عرفان: جناب سپیکر! The Hon'ble Minister is not present.

جناب سپیکر: آپ سوال پکارتیں۔

**Mohtarma Rubina Irfan: Question No 191 .**

**Mr . Speaker: Minister Livestock، Question No 191 .**

قائد ایوان صاحب Minister concerned اکثر نہیں ہوتے ہیں اگر کسی اور کو آپ depute کریں

Minister Health on جی عین اللہ شمس صاحب to answer these questions .

behalf of Livestock Minister Question 191.

☆ 191 محترمہ روبینہ عرفان:

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی جانب سے صوبہ میں متعدد پولٹری فارمز قائم کیئے گئے ہیں نیز کیا یہ بھی درست ہے کہ ان فارمز میں کثیر تعداد میں سٹاف تعینات ہونے کے باوجود ان فارمز کی کارکردگی غیر تسلی بخش ہے؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ کی کارکردگی فعال بنانے کی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔ اگر نہیں تو وجہ بتلائی جائے؟

**وزیر امور پرورش حیوانات:**

(الف) جی ہاں یہ درست ہے کہ حکومت کی جانب سے صوبہ کے کئی اضلاع میں پولٹری فارمز قائم کیئے گئے ہیں اور وہ تمام پولٹری فارمز جو کہ ضلعی سطح پر کام کر رہے تھے۔ ضلعی حکومتوں کی جانب سے فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے غیر فعال ہیں۔

(ب) البتہ اب حکومت کی طرف سے سفارش کی گئی ہے کہ ضلعی سطح پر کام کرنے والے تمام پولٹری فارمز کو صوبائی تحویل میں دیا جائے تاکہ ان کو دوبارہ فعال کیا جاسکے۔ اور صوبے میں گوشت اور انڈے کی ضروریات پوری کی جاسکیں۔

حاجی عین اللہ شمس (وزیر صحت): جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی Answer be taken as read , Any supplementary on

191, Rubina Sahiba ?

محترمہ روبینہ عرفان: جی جناب سپیکر! I am not satisfied with this answer .

جناب سپیکر: آپ اردو میں بات کریں جی۔

محترمہ روبینہ عرفان: میں جی اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں جناب منسٹر سے پوچھنا چاہوں گی کیا بروری روڈ میں جو فیڈ مل بند پڑی ہوئی ہے۔ باہر سے منگوانے والی غیر معیاری فیڈ منگوائی جا رہی ہے جو صرف اور صرف صوبے کے بجٹ میں اضافہ ہے اور نقصان دہ ہے، مگر مقامی سطح پر فنڈ اور یہ فیڈ تیار کر کے پولٹری فارموں کو فعال بنایا جاسکتا ہے۔ تو یہ فیڈ مل کیوں بند پڑی ہے؟

جناب سپیکر: یہ کہہ رہے ہیں کہ فیڈ مل بند کیوں ہے؟ آپ باہر سے کیوں منگواتے ہیں؟

وزیر صحت: بات یہ ہے کہ یہ non-concerned سوال ہے۔ یہاں ضمنی بنتا ہی نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ کے جو پولٹری فارمز بند ہیں ان کو فعال بنانے کیلئے آپ کیا چاہیں گے؟ تو ظاہر ہے کہ پہلے یہ ڈسٹرکٹ مینجمنٹ کے ساتھ تھا اب پراونشل گورنمنٹ کیلئے انہوں نے recommend کیا ہے کہ پراونشل گورنمنٹ میں آجائینگے ہم انکو دوبارہ بحال کریں گے۔ یہاں فیڈ کا سرے سے ذکر ہے نہ ہی کوئی supplementary بنتا ہے۔

**Mohtarma Rubina Irfan:** Excuse me Hon'ble Minister Sahib .

وزیر صحت: جی۔

محترمہ روبینہ عرفان: یہ پولٹری فارمز کے بارے میں question ہے۔ And the Feed Mill is according to the question اور کیسے وہ جو فیڈ مل ہے پولٹری فارمز ہی سے اسکا تعلق ہے۔

The question is relevant

وزیر صحت: نہیں آپ فیڈ مل کی بات نہ کریں۔

محترمہ روبینہ عرفان: میں پولٹری فارمز کی بات کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ Chair کو مخاطب ہوں۔ محترمہ! دیکھیں منسٹر صاحب یہی فرما رہے ہیں کہ یہ devolved department تھا۔ چونکہ ڈسٹرکٹس میں چل رہا تھا پراونشل لیول پر نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے لکھا ہے کہ اسکو پراونشل لیول پر دیا جائے۔ تو پھر ہم وہ فیڈ مل کو چالو کرنے کے بارے میں سوچیں گے۔

محترمہ روبینہ عرفان: نہیں جی انہوں نے کہا ہے۔ آپ ذرا ان کے جواب کو دیکھیں۔  
جناب سپیکر: تو آپ مطمئن ہو جائیں ناں جی۔

**Mohtarma Rubina Irfan:** I am not satisfied .

جناب سپیکر: جی وزیر صاحب!  
وزیر صحت: یہ اگر صوبائی custody میں دیئے جائینگے management جتنے بھی معاملات اس سے concerned ہیں، اس سے متعلق جتنے بھی شعبے ہیں سب فعال ہو جائیں گے۔

**M . Speaker:** Rubina Sahbia let us move to another question, your next question .

**Mohtarma Rubina Irfan:** Question No 192 .

**M . Speaker:** Question No 192 .

☆ 192 محترمہ روبینہ عرفان:

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ:-  
(الف) کیا یہ درست ہے کہ گزشتہ دو سالوں کے دوران محکمہ حیوانات میں کرپشن کے متعدد کیسز سامنے آئے ہیں؟  
(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ان کیسز کی کل تعداد کس قدر ہے اور ان کیسز میں ملوث افراد کے خلاف کی گئی کارروائی کی تفصیل بھی دی جائے۔ نیز سابقہ دور حکومت میں کرپشن کے اقدامات پر کی گئی پیش رفت کی تفصیل بھی دی جائے؟  
(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ ہذا کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے ایک مانیٹرنگ سیل بھی قائم کیا گیا ہے اگر جواب اثبات میں ہے تو تفصیل دی جائے اگر نہیں تو وجہ بتلائی جائے؟

**وزیر امور پرورش حیوانات:**

(الف) جی نہیں یہ درست نہیں (غیر متعلقہ)۔  
(ب) البتہ ایک کیس ہے جو کہ محکمہ اینٹی کرپشن کے زیر تفتیش ہے۔  
(ج) محکمہ ہذا میں کوئی مانیٹرنگ سیل قائم نہیں ہے۔ جبکہ حکومت کے مروجہ قوانین کے تحت آڈیٹر جنرل بلوچستان کا نظام موجود ہے۔

وزیر صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

Mr . Speaker: Answer be taken as read .

جی کوئی سپلیمنٹری 192 پر؟

محترمہ روبینہ عرفان: جی آزیبل منسٹر صاحب کی گزشتہ تین سالوں سے یہ محکمہ آپ بتا سکتے ہیں کون چلا رہا ہے؟ اور کوئی ترقی، اسمیں کتنی ترقی ہوئی ہے؟  
وزیر صحت: قمبر گنچی صاحب چلا رہے ہیں۔  
محترمہ روبینہ عرفان: ایک منٹ جی۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ Chair کو address کریں۔

محترمہ روبینہ عرفان: ایک منٹ جی۔ اور جب میں جو 85 جانوروں کو اوانے پونے تقسیم کی گئی تھی۔ اسکا آپ مجھے بتا سکیں گے؟ منسٹر صاحب! میں آپ کو یہ remind کروں تیسری دفعہ یہ سوال آرہا ہے۔ اگر relevant answer ہے آپ کے پاس تو please دیجئے گا۔ نہیں تو Let the Minister

Livestock, he will give me the answer .

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کوئی کرپشن کا کیس۔۔۔ (مداخلت)

وزیر صحت: تو کرپشن کا کیس ہے ہی نہیں یہاں وجود نہیں رکھتا ہے۔ جواب clear-cut دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں جواب میں تو ہے نہیں۔ یہ کیس ہے۔ (مداخلت)

محترمہ روبینہ عرفان: نہیں نہیں جواب میں ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ ok۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! یہاں صاف واضح ہے۔ جزو (الف) میں، جی نہیں یہ درست نہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ Let me involve قائد ایوان in this۔ وزیر اعلیٰ صاحب! اگر مہربانی ہو سکے تو جب بھی کوئی وزیر نہ ہو تو سیکرٹری صاحب، سی ایم سیکرٹریٹ کو مطلع کریں، کم از کم جب وزیر deputate ہو تو atleast وہ تیاری سے اگر آجائیں تو بہتر ہے۔ روبینہ صاحبہ! ان سوالات کو ہم کیا کریں؟ Shall we defer for the Minister

محترمہ روبینہ عرفان: جی ہاں۔ We can defer it . جی ہاں I will be very grateful if

you can defer it for the next session .

جناب سپیکر: کیونکہ اگر کوئی وزیر depute ہوتا ہے تو وہ ذرا prepare ہو کر آئے۔ یا پہلے سے یہ گورنمنٹ

کی ذمہ داری ہے۔ Question Numbers 191 & 192

مولانا سید عبدالباری آغا (وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ): میں منسٹر صاحب سے ضمنی سوال کروں گا۔

جناب سپیکر: نہیں آپ ضمنی نہیں کر سکتے۔ You are a Minister

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: کیوں نہیں کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: نہیں you can't.

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: کرپشن کے حوالے سے۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب! آپ نہیں کر سکتے پلیز! آپ بیٹھ جائیں۔ دیکھئے آپ نہیں کر سکتے۔ نہیں سیکرٹری

، اسمبلی کے فلور پر بات نہیں کر سکتا ہے۔ وہ باہر آپ کو brief کر سکتا ہے۔ محترمہ روبینہ صاحب کے لائیو اسٹاک

کے بقایا دو سوالات وہ دونوں defer کئے جاتے ہیں۔ جب منسٹر صاحب آئیں گے۔ اور next session

کیلئے لیں گے۔ میں نے defer کر دیا for the next session کیونکہ۔۔۔ (مداخلت)

محترمہ روبینہ عرفان: جناب سپیکر! ہمارے سابق سیکرٹری بلوچستان صوبائی اسمبلی مرحوم اختر حسین، جو سینٹ

سے ریٹائرمنٹ کے بعد بطور سیکرٹری بلوچستان صوبائی اسمبلی تعینات ہوئے اور سال 2000ء تک بلوچستان

صوبائی اسمبلی میں اپنے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ مرحوم کیلئے دُعاے مغفرت

کی جائے۔

جناب سپیکر: جی مولوی صاحب۔

(دُعاے مغفرت کی گئی)

جناب سپیکر: سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

### رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: میر قمر علی گچی صاحب، وزیر نے بوجہ ناسازی طبیعت آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی

درخواست دی ہے۔

میر عبدالرحمن مینگل، وزیر نے کونٹہ سے باہر جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست

دی ہے۔

محترمہ عظمیٰ پیر علیزئی صاحبہ، مشیر برائے وزیر اعلیٰ نے ذاتی مصروفیات کی وجہ سے آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی

درخواست دی ہے۔

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواستیں منظور کی جائیں؟ (رخصتیں منظور ہوں)۔  
سردار اسلم صاحب! ہمارے صحافی بھائی جا رہے ہیں۔ kindly اگر آپ باہر جائیں ان سے پوچھیں کیا وجہ ہے  
ان کے واک آؤٹ کی۔ اگر محترمہ روبینہ صاحبہ آپ بھی چلی جائیں۔ I think it's better if you  
صرف پوچھیں کیا وجہ ہے What is the problem?  
میزانیہ بابت سال 2010-11ء پر بحث۔ آغا عبدالباری صاحب! آپ بحث میں حصہ لیں گے؟

I will give the Floor to Abdul Bari Sahib, the Minister P. H.E .

مولانا سید عبدالباری آغا (وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! اور قائد ایوان،  
بلوچستان اسمبلی کے معزز اراکین، جناب سپیکر! ہماری صوبائی اسمبلی کی یہی خوبی اور زینت رہی ہے کہ بلوچستان  
اسمبلی میں اگرچہ بظاہر مختلف سیاسی جماعتوں کے ارکان موجود ہیں۔ اور مختلف پارٹیوں سے select ہو کر  
یہاں کے فلور پر بیٹھے عوام کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں ہماری صوبائی اسمبلی کی جو امتیازی خصوصیت ہے  
وہ یہ ہے کہ پاکستان کی دوسری اسمبلیوں میں اور دوسرے صوبوں کی اسمبلیوں میں ہم نے ایک دوسرے کا احترام  
اور respect نہیں دیکھا ہے۔ جب سے بلوچستان کی اسمبلی بنی ہے اور آجکی لائبریری میں debates  
پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے تقریباً اکثر پڑھی ہیں، مطالعہ کیا ہے۔ تو ظاہر ہے جناب سپیکر! کہ بلوچستان اسمبلی کی  
ایک مخصوص تاریخ اور روایت رہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بلوچستان کے عوام جیسے مذہبی لوگ ہیں۔ تو اُنکے  
نمائندے بھی ایک دوسرے کی روایات کا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں اسمبلی میں اور اسمبلی کی کارروائی میں ہم نے  
کبھی بدمزگی نہیں دیکھی ہے، چاہے اپوزیشن کی طرف سے ہو یا ارکان کی طرف سے۔ سوال کنندہ ہوں، قرارداد  
پیش کیا ہو۔ تحریک التواء یا تحریک استحقاق کے حوالے سے کوئی محرک تحریک پیش کیا ہو۔ تو ہر طرف سے ایک  
اچھی زبان سے اور ایک اچھے انداز سے اُسکا جواب ملا ہے۔ اور یہاں جناب سپیکر! ہماری اسمبلی میں بلوچستان  
کے بزرگوں کو جنہوں نے یہاں اسمبلی میں بیٹھ کر کے بلوچستان کے عوام کیلئے بہت کچھ کیا۔ اسمبلی جب وجود میں  
آئی اسکے لئے ضوابط اور قواعد بنائے۔ اور انہی قواعد و ضوابط کو بلوچستان کی روایات کا پابند بنایا۔ اُس میں ظاہر  
ہے خان عبدالصمد خان اچکزئی مرحوم، سردار عطاء اللہ خان مینگل، نواب اکبر خان گہٹی، نواب خیر بخش مری،  
نواب غوث بخش بزنجا اور ہمارے نواب صاحب کے والد محترم اور شہید اسلام اور شہید بلوچستان حضرت مولانا  
شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ تو ان بزرگوں کی محنت اور برکت سے ایک بڑا سفر کر کے یہاں ہم نے ایک جمہوری

سسٹم بنا کر رائج کیا ہے۔ اور بلوچستان وہ صوبہ ہے اس کے عوام کا یہی تعارف رہا ہے کہ یہاں کے عوام اور یہاں کے لوگ ناخواندہ اور جاہل ہیں۔ پنجاب اور اسلام آباد کے ساتھ انکی وفا ثابت نہیں یہ بے وفا لوگ ہیں۔ اور پاکستان بنانے میں انکا کوئی کردار نہیں رہا ہے۔ تو جناب سپیکر! جیسے رقبے کے حوالے سے بلوچستان پاکستان کا 45% حصہ ہے۔ آبادی اگرچہ 5% رہی ہے اور دونوں کا تناسب نکال کر کے 48% حصہ ہے، بلوچستان پورے پاکستان کا۔ تو اس صوبے میں مختلف crisis آئے ہیں۔ مارشل لاء لگے ہیں۔ اور مختلف قسم کے operations ہوئے ہیں۔ اور ہمارے بلوچستان کے لیڈرشپ کو صوبہ بدر کیا گیا ہے۔ اور ہر دور میں ہر آمر اور ڈکٹیٹر کے دور میں ہمارے بزرگوں کو جیلوں میں ڈالا گیا ہے۔ اور ہر قسم کے غلط انداز میں اس کو پیش کیا گیا ہے۔ تو ان سارے حالات کے باوجود ہمارے بزرگوں نے ہر قسم کی مشکلات اور ہر قسم کے امتحانات کو برداشت کر کے بلوچستان کی روایات اور بلوچستان کی قوموں کے درمیان میں اخوت اور برادری کا ماحول برقرار رکھنے کیلئے بہت کچھ کیا ہے۔ تو انہی کی وجہ سے۔ جناب سپیکر! جب بجٹ کا سیشن ہوتا ہے، تو اس میں ہر ایک ممبر کو بولنے کا موقع ملتا ہے۔ جناب سپیکر صاحب! آپ کو پتا ہے آپ سینئر پارلیمنٹیرین ہیں یہاں بجٹ کے موقع پر کوئی خاص ایجنڈے کا کوئی محرک اور کوئی متحرک پابند نہیں ہوتا ہے بلکہ یہاں کی روایت کا ذکر کرتا ہے۔ قانون اور قاعدے کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اپنے بزرگوں کی یادداشت اور تاریخ بھی فلور پر پیش کرتے ہیں۔ اپنے جذبات اور نظریات کی بھی ترجمانی کرتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! اس وجہ سے چونکہ میرا تعلق ایک مخصوص جماعت سے ہے جسکا نام جمعیت علمائے اسلام ہے۔ مرکزی حکومت میں اور صوبائی حکومت میں دوستوں کے ساتھ ہمارا coalition ہے، اتحاد ہے اور جمعیت علمائے اسلام کا ہمیشہ یہ وطرہ امتیاز رہا ہے کہ اتحاد اور اختلاف میں بڑی وفادار ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: ایک منٹ کیلئے آپکو interrupt کریں گے۔ سردار اسلم صاحب! صحافیوں کا کیا مسئلہ تھا؟ وجہ کیا تھی؟

سردار محمد اسلم بزنجو (وزیر آبپاشی و برقیات): سندھ میں کسی وزیر نے ٹی وی چینل کے بارے میں بات کی۔ اسی پر انہوں نے احتجاج کیا ہے۔ اور ہم وہاں گئے اور وہ ابھی آگئے ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں صحافت ایک بہت معزز پیشہ ہے۔ اور ہم سب میں tolerance ہونی چاہیے۔ چاہیے ہمارے پورے ملک میں کوئی بھی صوبہ ہو۔ اگر کوئی بات کرتا ہے تو میرے خیال میں ہمیں انکو عزت دینی چاہیے اور انکے بارے میں کوئی نازیبا الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ اگر کسی نے کیا ہے تو افسوس

ہی کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال آپ لوگوں کی مہربانی کہ آپ صحافی بھائیوں کو واپس گیلری میں لے آئے۔ جی آپ باری صاحب!

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: تو جناب سپیکر! جمعیت علمائے اسلام کا جب کسی کے ساتھ اتحاد رہا ہے تو اخلاص، یکجہتی اور جذبے کے ساتھ رہا ہے۔ یہاں مختلف حکومتیں بنی ہیں اور حکومت بنانے میں ظاہر ہے کہ ہمارا کردار رہا ہے۔ اور مختلف حکومتیں رہی ہیں کہ اپنی پارٹی کے دوستوں نے اپنے لیڈر کو چھوڑ کر کے دوسرے راستے پر چلے گئے لیکن ہم نے ان لیڈرز کو اکیلا نہیں چھوڑا ہے بلکہ ان کی عزت کا خیال رکھا ہے۔ اور ہم نے اسکو اپنے اسٹیج پر اور اس قیادت پر برقرار رکھا ہے۔ تو جناب سپیکر! اس حوالے سے اپنی جماعت کا جو انداز ہے اور اپنی اسمبلی کی جو روایات ہیں، اپنے بزرگوں کی جو تاریخ ہے انکو میں نے ایک اجتماعی طور پر ایک خاکہ پیش کر کے آپ کے سامنے رکھا۔ تو اس وجہ سے بجٹ جناب سپیکر! بجٹ فرانسسی زبان کا لفظ ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ انگلستانی زبان کا لفظ ہے۔ کس زبان کا لفظ ہے۔ جہاں تک میں نے یہاں آپکی لائبریری سے معلوم کیا ہے یہ فرانسسی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے وسائل اور مسائل کے درمیان توازن اور اعتدال کو برقرار رکھنا ہے۔ جناب سپیکر! ہماری بد قسمتی یہ رہی ہے ہماری قوم کی کہ برطانیہ انگریز جانے کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں انہوں نے جو مغربی نظام تعلیم مسلط کر کے چلے گئے۔ تو ہماری قوم کا یہ مزاج ہماری قوم کی یہ فطرت بنی ہے کہ علم وہ ہوتا ہے جو انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔ حالانکہ آپ سمجھتے ہیں کہ انگریزی زبان بیشک ایک لینگویج ایک زبان ہے۔ لیکن علم اور روشنی نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے جو بھی لفظ نکلتا ہے، جو لفظ اردو، پشتو اور بلوچی میں نہ ہو تو ہم اسکو انگریزی سمجھتے ہیں۔ ہمارے پشتون علاقوں میں یہ روایت رہی ہے کہ جو پشتو نہیں بولتا ہے اسکو ہم پنجابی سمجھتے ہیں۔ کہ جو بھی زبان بولتا ہے سندھ سے آیا پنجاب سے آیا کشمیر سے آیا یہ پنجابی ہے۔ تو ہر لفظ جو ہمارے اداروں میں یا پارلیمانی سسٹم میں استعمال ہوتا ہے وہ انگریزی نہیں ہوتا۔ نہ ہر چیز انگریزوں نے ایجاد کیا ہے۔ جناب سپیکر! بحیثیت مسلمان قوم ہمارا یہ عقیدہ رہا ہے کہ بجٹ کی ابتدا تمام انسانوں کا جو بجٹ بنتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا اور تمام انسانوں کا خالق اور مالک ہے۔ اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں یہ صفت بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ رزاق ہے، روزی دینے والا ہے۔ چونکہ روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”کہ جو چیز چاہے پرند ہو چرند ہو جانور ہو انسان ہو جو بھی چیز زمین پر گھومتی پھرتی ہے اسکی روزی میرے ذمے پر ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی روزی اپنے ذمے پر لیا ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے بلکہ ذمے کے لفظ سے ہی ذکر کیا ہے کہ آپکی روزی کا ذمہ وار

میں ہوں۔ تو جناب سپیکر! اس حوالے سے ہماری جو روزی ہے روزی رساں ایک اللہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے روزی کا انتظام حکومتوں کے حوالہ کیا ہے۔ اُنکی آزمائش کی خاطر۔ ہماری حکومتیں، ہمارا حکمران طبقہ، چاہے گاؤں کا ملک ہے، مسجد کا امام ہے، اسمبلی کا سپیکر ہے، ملک کا منسٹر پرائم منسٹر ہے، امیر ہے، مامور ہے، معتبر ہے، جو بھی ہے وہ عدل اور انصاف کا پابند ہے۔ بجٹ کی ابتدا حضرت عمر بن خطابؓ کے دور سے ہوئی ہے۔ تو اس وقت ہم اصطلاح استعمال کر رہے ہیں بجٹ کی۔ حضرت عمرؓ کے دور حکومت اور خلافت جب بنی، تو انہوں نے سارے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے بجٹ کا انتظام وضع کیا۔ اور اسمیں سے خاص کر شرطے کا لفظ تھا، اس وقت بھی عرب ملکوں میں پولیس کو شرطہ کہا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: مولانا عبدالباری صاحب! بہت سے مقررین اور بھی ہیں، وزیر خزانہ نے wind-up speech بھی دینی ہے اگر آپ مختصر کر کے please۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر صاحب! ظاہر ہے کہ ہم پرانے لوگ ہیں اور پرانی عادت بھی یہ ہے کہ ہم ایک ایک گھنٹہ دو دو گھنٹے سے کم کبھی ہماری عادت نہیں رہی ہے۔ لیکن صرف آپ کی خاطر تو ظاہر ہے کہ ہم تو بات بتائینگے اور ممبر بھی پورے ہونگے اور آئیگے۔ جلسہ بھی پورا ہوگا، پھر آ کر کے دوسرے ممبر صاحبان، پھر وزیر خزانہ پھر جواب دیں گے۔ تو اس حوالے سے جناب سپیکر یہ ظاہر ہے۔

نواب محمد اسلم خان ریسانی (قائد ایوان): جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جی قائد ایوان۔

قائد ایوان: جی گزارش یہ ہے کہ ان کے دو حصے ہیں ایک سید ہونے کا حصہ ہے اور ایک ایم پی اے ہونے کا۔ تو ان کو تقریر کرنے کی آپ اجازت دیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: شکریہ۔

جناب سپیکر: جی عبدالباری صاحب! continue کریں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! نواب صاحب تو ویسے ہمارا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ اسی ملک میں سیدوں کا اور اہل بیت کا کسی نے خیال نہیں رکھا ہے۔ پرائم منسٹر صاحب دوست بھی ہیں، ہمارے بڑے بھی ہیں۔ جب اٹھارویں ترمیم بن رہی تھی تو میں اُس سے ملا۔ اور دوست پارٹی والے سارے بیٹھے تھے میں نے ترمیم کے حوالے سے اُن سے یہی شکایت کی کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کیلئے باقاعدہ حق رکھا ہے۔ لیکن آپ نے اس ملک میں اہل بیت کیلئے کوئی خاص حق نہیں رکھا ہے۔ ایران کی state میں قرآن کریم

میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ کا ذکر کیا ہے۔ کہ ہمارے جو قرابت دار ہیں رشتے دار ہیں ان کیلئے کوئی خاص ہونا چاہیے۔ تو اس وجہ سے جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ جو بجٹ ہے، بجٹ کی اصطلاح انگریزوں سے شروع ہوئی نہ یہ باہر سے آئی ہے import ہوئی ہے اور نہ export۔ یہ ہم نے اپنی کتابوں سے، میری اپنی لائبریری ہے۔ یہاں لائبریری میں کتابیں رکھی گئی ہیں اور آپ کی بہت بڑی پرانی لائبریری ہے، تو اُس سے میں نے یہ اخذ کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے دور میں بجٹ کی ایک مخصوص اصطلاح وضع کی گئی تھی اور اُس وقت کے جو مسائل تھے ان کے مطابق انہوں نے اپنے مسائل کو رکھ کر کے مسائل اور وسائل کے درمیان ایک توازن اور اعتدال رکھا تھا۔ اس کو بجٹ کہا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! بجٹ کا یہی مفہوم ہے اور اس وجہ سے ہمارے بزرگوں میں، ہندوستان کے ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ ہیں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے کوئی بائیس سو کتابیں لکھی ہیں۔ شاید ہم اور آپ کوئی بارہ سو کتابیں نہیں پڑھ سکتے ہیں لیکن ان کو اللہ نے ایک ایسی استعداد ایک ایسی قوت دی تھی، ایک ایسا فکر اور سوچ دیا تھا کہ بائیس سو کتابیں، ہر کتاب پانچ، دس اور بیس جلد سے کم نہیں ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر گھر کا اپنا بجٹ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے بجٹ کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک آمدنی دوسرا آمدنی کا خرچ۔ ہم بجٹ سے کیوں پریشان ہیں۔ چاہے ہماری قوم ہو، ہمارا گھر ہو، ہمارے لوگ ہوں۔ ہمارا ہر طبقہ، ہر دفتر والے بجٹ سے اس وجہ سے پریشان ہیں کہ دو چیزیں ہیں ایک آمدنی جو آپ کے اپنے وسائل ہیں، آپ کے ملک کے محصولات ہیں۔ آپ کے ٹیکس ہیں، آپ کی رائلٹی ہے، آپ کی دوسری چیزیں ہیں یہ آپ کے وسائل ہیں جناب سپیکر! ظاہر ہے وسائل اور آمدنی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ آمدنی کا اختیار اور آمدنی کی جو استطاعت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کنٹرول اپنے تصرف میں رکھی ہے۔ آپ کے گھر کی سالانہ کتنی آمدنی ہوگی؟ آمدنی کا انتظام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں، اپنے کنٹرول میں اپنی قدرت میں اپنے انتظام میں رکھا ہے۔ بجٹ کا دوسرا حصہ خرچ ہے۔ خرچ ہمارے اور آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ نے چھوڑا ہے۔ اگر ہم آمدنی کو اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑیں اور خرچ پر کنٹرول کریں۔ تو ہر گھر کا بجٹ بھی مناسب رہیگا اور ہر گھر کا جو معاشی انتظام ہے وہ بھی صحیح طریقے سے چلے گا۔ تو جناب سپیکر! یہ تو ہو گیا۔ البتہ یہ ہے کہ بجٹ بناتے وقت جو مختلف ہمارے وسائل ہوتے ہیں، کچھ وہ وسائل ہوتے ہیں اسباب ہوتے ہیں محصولات ہوتے ہیں جو کہ یقینی ہیں۔ کچھ وہ وسائل ہوتے ہیں جو یقینی نہیں ظنی ہیں یعنی ایک اندازہ ہوتا ہے ایک تخمینہ۔ اندازہ غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ تو انہی وسائل پر جو یقینی ہوتے ہیں یا اندازے کے طور پر ہم اس پر بجٹ بنا لیتے ہیں۔ وہ سارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن خرچ پر ظاہر ہے اختیار اور

کثرتوں انسانوں کا رہیگا۔ تو حضرت تھانوی رحمت اللہ علیہ نے یہ فارمولہ پیش کیا ہے کہ معاشی بدحالی اور معاشی پریشانی کا یہی حل ہوگا کہ آمدنی میں آپ نے صبر سے کام لینا ہے۔ اور خرچ پر آپ نے قناعت سے کام لینا ہے۔ اگر ہم ہر بجٹ پر چاہے دفتر کا ہو، گھر کا ہو، حکومتوں کا ہو، جو بھی ہو ہم قناعت اور صبر پر چلیں تو ہمارے لئے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں چار احکام فرمائے ہیں (اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيتَاىِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ)۔ اللہ تعالیٰ عدل اور انصاف کا حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو گھر کا مالک ہے وہ اپنے بس کے مطابق عدل اور انصاف سے کام چلائینگے۔ انصاف اور احسان دو چیزیں ہیں۔ انصاف وہ ہوگا جو سب کیلئے برابر ہوگا۔ احسان وہ ہوگا جو صرف اپنوں کیلئے ہوگا۔ انصاف سب کے ساتھ برابر کریں گے۔ لیکن جو اپنے لوگ ہیں ان سے احسان کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور تیسرا حکم یہ ہے بجٹ کے حوالے سے کہ وَ اِيتَاىِ ذِى الْقُرْبٰى۔ یعنی اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں کیلئے یہ حکم ہے کہ صرف انصاف اور احسان نہیں بلکہ ایتا ہے۔ ایتا کا معنی ہے ہاتھ سے دینا ہے (وَ اِيتَاىِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ) ہم نے عدل اور انصاف پر، احسان اور ایتا کو بنیاد بنا کر کے بجٹ بنانا ہے۔ جناب سپیکر! ظاہر ہے کہ پاکستان علیحدہ ہوا ہے ہندوستان سے۔ ہمارے اکابرین نے اتنی بڑی جدوجہد کی ہے صرف پیٹ کی خاطر نہیں بلکہ یہ ملک ایک عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر بنا ہے۔ اور ہمارے ملک کا سب سے پہلا نعرہ یہ ہے کہ یہاں پر جن بزرگوں نے ملک کو آزاد کیا تھا، وہ جو مقصد تھا وہ صرف کلمہ طیبہ تھا۔ آپ سے پہلے جن حاکموں نے آغیار اور استعماری قوتوں کو راضی کرنے کیلئے نعرہ لگایا تھا کہ ”سب سے پہلے پاکستان“۔ وہ آج خود بھی پاکستان میں نہیں ہیں بلکہ پاکستان سے باہر ہیں۔ انہوں نے اسلام کی خدمت کی ہے نہ پاکستان کیلئے کچھ کیا ہے۔ خود بھی بے عزت باہر پھر رہے ہیں۔ تو اس وجہ سے جناب سپیکر! عدل، احسان، ایتا۔ تو جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آمدنی اور اخراجات میں سوشل سیکٹر کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اور سوشل سیکٹر میں سماجی اور فلاحی اداروں اور محکموں میں سب سے پہلی بنیاد تعلیم ہے۔ جناب سپیکر! تعلیم صرف سکول کی عمارت نہیں ہے، تعلیم صرف بچہ نہیں ہے، تعلیم صرف ”الف انار ب بکری“ نہیں ہے۔ تعلیم صرف ABC نہیں ہے بلکہ تعلیم ایک خدا شناسی ہے کہ انسان اپنے نفس کی بھی شناخت کرے اور اپنی کائنات کی بھی شناخت کرے اور اپنے نفس اور کائنات کا جو خالق ہے جس کو خدا شناسی کہا جاتا ہے یہ تین جو نکلتے ہیں یہ تعلیم کی بنیاد ہیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے نام پر ہمارے ملک میں، ہمارے صوبے میں باقاعدہ ایک مستقل محکمہ کام کر رہا ہے۔ اور ایک بڑا بجٹ اُسکے لئے رکھا گیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں

جناب سپیکر! اگر ہم حقیقت شناسی سے کام لے لیں تو ہماری یونیورسٹیوں میں، ہمارے سکولوں میں حقیقی تعلیم نہیں ہے بلکہ صرف ڈگری کی تعلیم ہے۔ یہاں تعلیم ہوتی ہے، عقل سے نہیں چلتا ہے بلکہ ڈگری اور پرچے نقل سے چلتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں کے جتنے تعلیمی ادارے ہیں ان میں ہم یہ مشورہ دے سکتے ہیں کہ اساتذہ کی بھرتی سیاسی اور دوسری وابستگیوں پر نہیں ہونی چاہئے۔ میں ایک دور حکومت میں جب ہمارے اس وقت گورنر صاحب چیف منسٹر صاحب تھے ادھر ہم اپوزیشن میں تھے ہم نے یہ مشورہ دیا تھا کہ ایک وزیر تعلیم صاحب نے کوئی 900 یا 1000 نوکریوں پر اپنے ورکروں کو صرف سیاسی بنیادوں پر بھرتی کی تھی تو میں نے وزیر صاحب کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس سے آپ نے بلوچستان میں تعلیم کا بیڑا غرق کیا۔ آپ کی تعلیم کو پنجاب نے برباد نہیں کیا ہے تم خود ایک بلوچ قوم پرست رہنما کے طور پر جب اپنی پارٹی کے ورکروں کو بھرتی کر رہے ہو تو بھرتی کے بعد یہ ورکرز بھی تمہارے نہیں رہیں گے اور تعلیم کا بیڑا بھی غرق ہو جائے گا۔ تو جناب سپیکر! اس وجہ سے تعلیم صرف ڈگری اسکول عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے نفس کے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ کردار کی شناخت ہے۔ جناب سپیکر! میں بہت احترام سے گزارش کر رہا ہوں کہ پاکستان کی ہر سوسائٹی میں سب سے زیادہ بدنام اور بے اعتماد سوسائٹی سیاستدانوں کی ہے۔ ایک دفعہ میں خضدار جا رہا تھا راستے میں کسی جگہ نماز پڑھ رہا تھا وہاں ایک چرواہا جو اپنی بکریوں کو چرا رہا تھا۔ وہ آ کر میرے ساتھ بیٹھ گیا کہ ”تم سیاستدان کدھر جا رہے ہو؟“ میں نے کہا کہ ہم کچھ کام کی غرض سے خضدار جا رہے ہیں۔ اس نے کہا ”اس وجہ سے ہم یہاں پہاڑ پر اپنی بکریاں چرا رہے ہیں کہ آپکی سیاست کو صرف ہم منافقت اور جھوٹ سمجھتے ہیں اور ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب ایک دوسرے کے اوپر جھوٹ کا کوئی الزام لگا دیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ سیاستدان ہے۔“ بڑی اچھی بات کی جناب سپیکر! ہماری سیاست صرف نمائش اور زیبائش کی نہیں ہونی چاہیے ہماری سیاست میں کردار کو اپنانا چاہیے۔ اور اپنے تعلیمی اداروں میں اپنے بلوچستان کے بچوں کے ہاتھ میں کلاشکوف کی بجائے قلم دینا چاہیے۔ اُنکی سرپرستی ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! میں ممبران صاحبان کو بہت احترام کے ساتھ ایک مُفت مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہم تعلیمی اداروں کا، جس علاقے کا ممبر صاحب ہوگا۔ اگر وہ پرائمری سکول خود جا کر کے سب سے پہلے ماسٹر صاحب سے پوچھے کہ قاعدہ بغدادی ہے کیا؟ math اور chemistry ہے کیا؟ تاریخ کدھر سے تم نے پڑھی ہے؟ تھوڑا اُس پر سوال کرے۔ بچوں سے پوچھے۔ لیبارٹری کو check کرے۔ اوقات کار کو check کرے۔ اگر خود دورے لگائیں گے تو اتنی تعلیم جو بلوچستان میں موجود ہے اس سے ہم بہت کام لے سکتے ہیں۔ میرا تجربہ ظاہر ہے کہ ہم نیک نیتی کے ساتھ آپ کو بتا رہے ہیں اور میں اپنے علاقوں میں جب

گیا ہوں تو ہم نے اسکولوں کا دورہ کیا ہے۔ جب آپ دوروں میں جائیں گے۔ تو لوگوں نے ایک، ہمارے سیاستدانوں کے ساتھ، ممبروں کے ساتھ ایک اچھی سی پرانی روایت ہے سپانامے کی۔ فوراً وہ لوگ سپانامہ پیش کر دیتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! ہم سپانامے سے پہلے ان سے حال احوال بھی کریں گے۔ کیونکہ بلوچستان میں ایک روایت ہے حال احوال۔ اس کے بعد اُس سے پوچھتے ہیں کہ تم نے کیا کام کیا ہے؟ سرکار نے تم کو پوسٹ دی ہے سرکار تم کو تنخواہ دیتی ہے۔ اس غریب ملک میں پیسہ ہے نہیں تم ماسٹروں کو تنخواہ مل رہی ہے۔ اتنی بڑی عمارت بنائی ہے اتنے بچے بچیوں کو امانت کے طور پر تیار احوالہ کیا گیا ہے۔ اگر ہم خود اپنے سکولوں کا اس طریقے سے تھوڑا سا، صرف افسروں پر نہیں چھوڑیں۔ تو اس طریقے سے ہم سمجھتے ہیں کہ بلوچستان میں ایک تعلیمی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ اگر ہم تعلیم کی حقیقت کو سمجھیں خود اس پر محنت کریں۔

جناب سپیکر: باری صاحب! ذرا مختصر کیجئے گا۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! کوئی ممبر ہوگا ممبران صاحبان کے چندے میں، ہم تو ویسے چندے کے عادی لوگ ہیں، ٹائم دے دیں۔ جناب سپیکر! تو صحت کے حوالے سے بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ جتنے ہسپتال بنے ہوئے ہیں ان میں ڈاکٹروں کی ڈیوٹیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اگر ڈیوٹی کرتے ہیں اتنے اخلاص اور جذبے کے ساتھ نہیں کرتے ہیں جس جذبے اور اخلاص کے ساتھ انکو اپنے کلینکوں میں دیکھا ہے جناب سپیکر! آپ ڈاکٹروں کے کلینکوں میں جا کر دیکھیں وہ اتنے شور میں اور ٹائم کے کتنے پابند ہیں۔ ان کا ٹائم سہ پہر تین بجے سے رات آٹھ بجے تک، وہ تین بجے سے پہلے آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے جو پیشہ ورانہ ڈاکٹر ہیں انکے لئے کوئی قانون سازی ہونی چاہئے۔ اور ہم نے خود بھی ہسپتالوں کا دورہ کرنا ہے۔ جو ڈاکٹر ہیں انکی جو مینجمنٹ ہے انکی دوائی ہم خود ممبران صاحبان نے check کرنا ہے۔ اگر ہم اتنا بڑا بجٹ 151 ارب روپے کا۔ نواب صاحب ہمیشہ دفاتروں میں جا کر کے اسکے پاس گئے اسکے پاس گئے، چوہدری صاحب کو request کی، سیکرٹری صاحب کو request کی، ہر ایک کے پاس گئے۔ جناب سپیکر! ایسا چیف منسٹر تو ہم نے نہیں دیکھا ہے کہ ہر دفتر میں جا کر کے بلوچستان کیلئے مطلب کچھ مانگ رہے ہیں۔ لیکن جو ملتا ہے، جناب سپیکر! یہ ہونا چاہئے ہماری طرف سے کہ ہم ممبران صاحبان اس پر خواری کریں، کہ اس فنڈ کو صحیح طریقے سے مصرف میں لائیں۔ اور ہم یہ سمجھیں کہ تعلیم اور صحت صرف بلڈنگیں نہیں ہیں تعمیرات نہیں ہیں، بلکہ ہم خود دورے لگائیں، جتنی ڈاکٹرز ہمارے پاس ہیں، جتنی دوائیاں ہیں اگر ہم قناعت سے کام لے لیں تو جناب سپیکر! اتنی سیاسی مصلحتوں کی، اتنی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم کبھی اسلام آباد سے، کبھی اُس سے کبھی

اس سے، اگر ہم اپنی چیزوں کو استعمال میں لے آئیں۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ صاحب! آپ اگر تھوڑا سا ایوان کے تقدس کا خیال رکھیں۔ آپ اگر باہر اپنے سٹاف سے discussion کر لیں تو مہربانی ہوگی۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: تو تعلیم اور صحت جناب سپیکر صاحب! ان اداروں کی ہمیں خود نگرانی کرنی ہے۔ پیسے یہاں آرہے ہیں، فنڈز آرہے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ جتنا ہم کو ملا ہے، ظاہر ہے کہ اتنے ہمارے اچھے اعمال نہیں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے وہ رحمن اور رحیم ہے، ہمارے ذریعے سے لوگوں کو دے رہا ہے۔ اور جناب سپیکر! تیسرے نمبر پر سوشل سیکٹر میں جو پانی کا مسئلہ ہے اور اس پر میں نواب صاحب کا دل سے مشکور ہوں۔ اس وجہ سے کہ میں پرویز مشرف کے دور میں بھی پانی کا وزیر رہا ہوں، اس دور میں بھی پانی کا، آپاشی کا وزیر ہوں۔ ظاہر ہے وزیر تو ہوں لیکن پانی تو آسمان سے برستا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نہیں دے رہا ہے۔ ہماری زمین کے ذخیرے کا ریزات ہیں جو ضائع ہو گئی ہیں۔ ہمارے چشمے ضائع ہو گئے ہیں۔ ہم نے پہلے سے ڈیموں کا انتظام نہیں کیا، storage کا انتظام نہیں کیا۔ ابھی ہم کدھر سے آبنوشی کا بندوبست کریں۔ پھر بھی اس دور حکومت میں پانی کیلئے، جس طرح کہ نواب صاحب نے خاص خاص اسکیموں پر، اپنے دور حکومت میں جو ہماری حکومت کے کوئی ڈیڑھ، دو سال پورے ہو رہے ہیں تیسرا بجٹ ہے اللہ تعالیٰ کرے کہ دو بجٹ اور بھی ہمارے باقی ہیں وہ خیریت سے گزریں۔ ملک کے مسائل کو اللہ تعالیٰ اپنی نظر میں رکھے۔ تو جناب سپیکر! یہاں ہماری اسکیمیں خاص کر پبلک ہیلتھ کے حوالے سے، جو کچھی پلان کی اسکیم ہے یہ پرویز مشرف کے دور میں شروع ہوئی تھی۔ یہ فوجیوں کے دور میں شروع ہوئی تھی۔ اور فوجی لوگ بھی ایسے دماغ چلاتے ہیں جیسے وہ کشمیر سے لڑ رہے ہیں۔ تو ہم جا کے اُدھرائی کی مجلسوں میں بیٹھے رہے۔ کچھی پلان ہم نے 23 کروڑ روپے کی لاگت شروع کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بلوچستان میں دشمن داری ہیں راستوں میں رکاوٹیں ہیں، crisis ہیں، ہم سب کے پاس گئے۔ اُدھر پتہ نہیں کون سا سردار ہے، سردار بھی اتنے زیادہ ہیں۔ اُدھر ہم گئے، لوگ بتا رہے تھے کہ اس علاقے میں ہم نہیں جاسکتے ہیں شوران میں۔ ہم نے کہا کہ ہم جاسکتے ہیں ہم جائیں گے ضرور۔ اپنا جو کام کا status ہے اُسکو ہم check کریں گے۔ اللہ کے فضل سے اور نواب صاحب کے تعاون سے کچھی پلان کا جو منصوبہ ہے وہ ہم نے شب و روز محنت کر کے بختیار آباد تک پانی کو پہنچایا۔ اور آگے اوپر تک ہفتہ دو ہفتے میں پہنچ جائے گا۔ اور اسکیم کو ہم complete کر کے حوالہ کریں گے۔ (ڈیک بجائے گئے) اس طریقے سے لورالائی اور جعفر آباد میں آبنوشی کی جو اسکیمیں ہیں ان میں توسیع کی

جاری ہے جناب سپیکر! فلات میں نکاسی آب کا جو منصوبہ ہے، گوادریں میں خود گیا ہوں جب پرائم منسٹر صاحب آئے تھے۔ اُس سے پہلے ہم گئے اُدھر ایک ڈیم ہے آکڑہ کور ڈیم جو آبنوشی کیلئے استعمال ہو رہا ہے اس کو check کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کو محفوظ رکھا اور موجودہ جو بم اور ڈز کے شوقین ہیں اُن سے بھی اللہ تعالیٰ نے اُسکو محفوظ رکھا۔ تو اس طرح کچھی پلان اور یہ گوادریں کے علاقے یہ ہمارے محکمے کے خاص منصوبے ہیں۔ اور گوادریں کے لئے بڑی funding بھی کی ہے جس پر میں وفاقی حکومت کا اور صوبائی حکومت کا بڑا مشکور ہوں۔ اور جناب سپیکر! ظاہر ہے کہ یہاں پیسہ ہے ہی نہیں بلوچستان میں کدھر سے پیسہ بنائیں۔ سینڈک ویسے مُفت میں۔ ریکوڈک کیلئے ابھی نواب صاحب نے اُوپر سے کوئی اتھارٹی اختیار حاصل کیا ہے۔ اس طریقے سے دوسرے معاملات میں رفتہ رفتہ اختیارات اسلام آباد سے صوبے کو منتقل ہو رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ صوبائی خود مختاری ہمارے گلے میں نہ پڑے اور اس کو ہم بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی کیلئے صحیح طریقے سے استعمال کریں۔ اور خاصکر جناب سپیکر! جس سے میرا دل بھی خوش ہوا ہے اور اسکو میں اپنی ذمہ داری بھی سمجھتا ہوں وہ پبلک ہیلتھ کے حوالے سے کہ جو community کی اسکیمیں ہیں۔ تو اسکی میں تھوڑی سی تفصیل اور مختصر اعداد و شمار جناب سپیکر! تاکہ وقت کا بھی ضیاع نہ ہو اور تھوڑی سی تفصیل بھی بتاؤں۔ جناب سپیکر! خاص کر پبلک ہیلتھ کے حوالے سے، آبنوشی کے حوالے سے نواب صاحب نے ہماری special مدد کی ہے۔ اُس پر میں دل سے اور صرف زبان سے کوئی کاغذی کوئی میڈیا کی خبر بنا کر کے نہیں، میں دل سے عوام کی طرف سے اور تمام جو سیاسی اور مجبور لوگ ہیں اُن کی طرف سے نواب صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! یہاں جو ٹوٹل اسکیمات میں نے اپنے قلم سے ntoe کی ہیں کوئی 2353 اسکیمات ہیں۔ اور محکمے کے انتظام میں 858 اسکیمات ہیں۔ بجلی سے جو چلنے والی اسکیمات بلوچستان میں ہیں ظاہر ہے کچھ اسکیمیں بجلی سے چلتی ہیں کچھ ڈیزل سے تیسری وہ ہے جو gravity سے چلتی ہے۔ بجلی والی 463 ہیں۔ ڈیزل والی 201 ہیں۔ gravity کی جو اسکیمیں ہیں وہ 77 ہیں۔ اور ہماری جو اسوقت مختلف crisis کی وجہ سے بند اسکیمیں ہیں۔ جناب! سپیکر یہاں جو جاگیردار اور خاص کر ہمارے مخصوص پرانے ملک معتبر جنہوں نے ہر اسکیم پر اسکول کو اپنا بیٹھک بنایا ہوا ہے ہسپتال میں کوئی گدھا باندھا ہوا ہے ٹیوب ویل کو اپنی آبپاشی کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ اس سے حکومت کی بنیاد پر جناب سپیکر! نواب صاحب نے ایک مختصر سفارش پر ایک مختصر گزارش پر یہ فیصلہ کیا کہ ہماری کمیونٹی کی ساری اسکیمات جو لوگوں کے کنٹرول میں ہیں جو کمیونٹی کے کنٹرول میں ہیں جو کہ نہیں چلا سکتے ہیں ان کی بجلی کا بل ہم ادا کریں گے۔ اُسکے لئے وزیر خزانہ صاحب نے باقاعدہ اپنی speech میں 35 کروڑ پرانے بقایا جات کا بھی

اعلان فرمایا تھا۔ وزیر خزانہ کیلئے میں دعا کرتا ہوں اور میری دعا کبھی رد نہیں ہو سکتی ہے جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ وزیر خزانہ کے خزانے میں برکت ڈالے انکے پیسے زیادہ ہو جائیں۔ تو اس وجہ سے جناب سپیکر! میں خاص کر اس حوالے سے نواب صاحب کا اور وزیر خزانہ صاحب کا بڑا مشکور ہوں۔ جناب سپیکر! امن و امان کا جو مسئلہ ہے اس حوالے سے ہمیں صرف فورسز پر انحصار نہیں کرنا ہے ہمیں جوانوں کا سوچ بدلنا ہے انکے ساتھ پیار کرنا ہے انکو اپنا بنانا ہے جیسا کہ بڑے کا کردار ہوتا ہے انکو اپنا بچہ سمجھ کر اپنے راستے پر لانا ہے۔ تو اس طریقے سے لیویز کا جو نظام ہے جناب سپیکر! ہماری حکومت میں جو سب سے بڑا عوام کیلئے اور امن و امان کے حوالے سے جو دلیوری کے ساتھ نواب صاحب نے فیصلہ کیا ہے cabinet سے بھی approve ہوا ہے اسمبلی سے بھی پاس ہوا ہے۔ وہ لیویز کا انتظام تھا۔ اس پر پرویز مشرف بہت بضد تھا۔ ہم نے ان کو بار بار بتایا۔ گورنر صاحب کے پاس ہم گئے تھے کہ پولیس کا نظام ناکام ہے بلوچستان کی روایات کو نہیں جانتا ہے یہاں crisis کو زیادہ کر سکتا ہے۔ اس نظام کے حوالے سے یہاں criminal اور غلط لوگوں کو protection مل سکتا ہے۔ ہمیں لیویز چاہیے اس پر وہ بضد تھا۔ پولیس کا نظام گیا آج لیویز کو حوالہ کیا گیا ہے۔ تو اسمیں میں نواب صاحب کا بڑا مشکور ہوں۔ تنخواہوں میں اضافہ جناب سپیکر! ہم تو مدرسے اور مسجد کے امام ہیں، ہر طبقہ ہمارے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ ہر طبقہ ہمارے پاس آ جاتا ہے۔ سارے جو ملازمین ہیں کلاس فور سے لیکر اوپر تک آپکی حکومت سے اس چیز پر خوش ہیں کہ آپ نے انکی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ہمارے صوبے کے عدالتی نظام کے حوالے سے جو جرگہ سسٹم رہا ہے اور تجربے کے طور پر یہ ثابت ہوا ہے کہ عدالتوں کی بجائے جرگہ سسٹم کامیاب رہا ہے، جس طرح برطانیہ کے دور میں اُس سے پہلے ہر دور میں، تو میں نواب صاحب سے گزارش کروں گا کہ جرگہ سسٹم کا انتظام ہونا چاہیے کہ لوگ عدالتوں کی بجائے زیادہ پیشیوں کی بجائے اتنی بڑی بڑی فیسیں پھر بھی ہمارے فیصلے عدالتوں سے نہیں ہو سکتے ہیں۔ ہم تو عدالتوں کو زیادہ جانتے بھی نہیں ہیں سیشن کورٹ گیا سیشن کورٹ سے پھر ہائی کورٹ گیا پھر سپریم کورٹ گیا پتہ نہیں کس کورٹ میں جائیں گے اور یہ بھی پتہ نہیں چلتا ہے کہ کون مدعی ہے اور کون مدعا علیہ ہے۔ اور ہمارے فیصلے پکتے پیسوں کے کیوں ہیں اور ملک میں یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے؟ تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ بجائے اوپر جانے کے کہ ہر چیز ہم اسلام آباد سے مانگتے ہیں۔ ہر چیز ہم سپریم کورٹ میں لے جاتے ہیں۔ ہم ادھر جرگے میں جس کا جو پرانا نظام تھا۔ جس میں شریعت کا حکم بھی تھا اور قبائلی روایات کی ایک قسم کی نمودار شکل بھی تھی تو اس پر عملدرآمد ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر! میں ختم کرتا ہوں۔ خاص کر بلوچستان میں ریاست قلات کے قضا کا جو مبارک نظام تھا یہاں پر قاضیوں کا جو نظام تھا۔ ہمارے تقریباً

پانچ ضلعوں کے سوا پورے صوبے میں باقاعدہ قاضی تمام دیوانی اور فوجداری مقدمات کو نمٹا لیتے تھے۔ اور قاضی کو ایک اختیار تھا۔ آج کل تو صرف انکے پاس پچاس ہزار دیوانی مقدمات کا اختیار ہے۔ تو جناب سپیکر! اُس نظام کیلئے ہمیں سوچنا چاہیے۔ اور وہی نظام بلوچستان کیلئے بہتر ہے۔ جناب سپیکر! میں اپنی باتوں کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پر رحم کرے۔ اور جناب سپیکر! میں حکومت کا، عوام کی طرف سے، اپنے لوگوں کی طرف سے، اپنے محکمے کی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس دلیری کے ساتھ ہماری حکومت نے بڑے اچھے فیصلے کیے ہیں۔ ظاہر ہے اچھے فیصلوں کے اچھے نتائج ہوں گے۔ تو اس طریقے سے بجلی کے crisis موجود ہیں۔ جناب سپیکر! کچھ دن پہلے یارو میں، اس سے پہلے دوسرے اضلاع میں زمیندار نکلے تھے اور روڈ پر احتجاج کیا تھا پھر ہم نواب صاحب سے ملے ایڈمنسٹریشن اور واپڈا والوں سے بھی ملے۔ یہاں نواب صاحب کی سرپرستی میں مولانا واسع صاحب کے ساتھ اس دن بیٹھے تھے اس میں یہ ہو گیا کہ جدھر ہمارے کھمبے اڑائے گئے ہیں اُدھر ہم کام کو ڈبل شفٹ پر چلائیں گے۔ میں سیکرٹری داخلہ سے اس وجہ سے جناب سپیکر! مخالف تھا کہ میں نے اپنے کوارٹر کے خلاف بولا انہوں نے اپنے اپنے کوارٹرز کے حق میں اخبار میں جواب دیا۔ لیکن اُس دن جب سیکرٹری داخلہ کو میں نے دیکھا اور ہمارے کمشنر صاحب نے جس دل جمعی اور دلچسپی کے ساتھ واپڈا کی مدد کی۔ تو وہ سارا میں واپڈا پر ڈالتا ہوں۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ واپڈا والوں نے ہم سے جھوٹ بولا ہے کہ ہم نے چھتر پر کام شروع کیا ہے۔ کام شروع نہیں کیا تھا صرف بات بنا کر کے ہم وزیروں کو ٹرخایا۔ تو جناب سپیکر! آپکے توسط سے ہم واپڈا کو بھی تنبیہ کرتے ہیں کہ تم جس طریقے سے اپنے آپ کو چھڑایا ہے۔ ظاہر ہے کہ صوبائی خود مختاری کے بعد ہم اپنے معاملات خود چیک کریں گے۔ جناب سپیکر! آپکے ایکسپین اور سپرنٹنڈنٹ جو اتنے بڑے بڑے پیسے اور تمام ناجائز صارفین کے ساتھ مل کر کے بلوچستان کی جو غریبی کی بجلی ہے اسکو غلط انداز سے استعمال کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے انکی گرفت ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! اور میں آپکے توسط سے سب دوستوں کا مشکور ہوں۔

جناب سپیکر: جان علی چنگیزی صاحب!

جناب جان علی چنگیزی (وزیر کوآپریٹو ایجوکیشن): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - شکر یہ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ بلوچستان، نواب اسلم رئیسانی صاحب، وزیر خزانہ، جناب میر عاصم کردگیلو، پارلیمانی پارٹیوں کے سربراہان اور تمام اراکین اسمبلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بلوچستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ایسا بجٹ پیش کرنے میں مدد دی جس پر بجا طور پر بحیثیت رکن کابینہ کے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سال ہم نے کوشش کی ہے

کہ پورے بلوچستان کو زیادہ سے زیادہ ریلیف دے سکیں، گو کہ یہ بھی ایک خسارے کا بجٹ ہے، 7 ارب روپے کا آئیں خسارہ شامل ہے۔ مگر ان محدود وسائل کے باوجود انہوں نے جس انداز سے جو بجٹ پیش کیا یقیناً وہ قابل تحسین ہے۔ جناب عالی! یہاں اگر میں مرکزی حکومت کا شکریہ ادا نہ کروں تو انتہائی ناانصافی ہوگی۔ جب ہم برسرِ اقتدار آئے جناب عالی! آپ سب کو اچھی طرح سے پتہ ہے کہ بلوچستان پر over-draft کی خطیر رقم تھی 17 ارب روپے۔ اگر وہ ختم نہ ہوتے یقیناً پانچ سالوں میں یہ double ہو کر 35 ارب روپے کا ایک بوجھ ہمارے خزانے پر پڑتا۔ گو کہ پچھلی حکومتوں نے یہ پیسے لیے تھے۔ مگر اس سلسلے میں وزیراعظم پاکستان، جناب سید یوسف رضا گیلانی اور انکی ٹیم کو یہ اعزاز جاتا ہے کہ انہوں نے یہ تمام خسارہ اپنے سر لیا۔ انہوں نے وہ معاف کر دیئے۔ پھر گزشتہ دو سالوں میں جس طرح سے ہماری امداد ہوتی رہی ہے مرکز سے وہ یقیناً اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ مرکزی حکومت بلوچستان کے مسائل کو حل کرنے میں کتنی سنجیدہ ہے۔ پھر گزشتہ سال این ایف سی کا جو معاملہ گزشتہ بیس سالوں سے حل نہیں ہو رہا تھا یقیناً صدر پاکستان، وزیراعظم پاکستان، چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ۔ چاروں صوبوں کے وزراء خزانہ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کافی سیر حاصل بحث کے بعد، کافی اجلاسوں کے بعد وہ ایک ایسے نتیجے پر پہنچے ہیں جس کو ہم تاریخی قرار دے سکتے ہیں۔ اعلان نامہ گوادریقیناً ایک بہت بڑی فتح تھا جمہوریت کے لیے۔ پہلی مرتبہ مرکز نے اپنے وسائل صوبوں کو ٹرانسفر کرنا شروع کر دیئے۔ اس سال ہمیں خوشی ہے کہ مرکز ہمیں %56 حصہ دے رہا ہے۔ اور باقی اگلے چار سالوں میں مرکز جو پیسے ہمیں دیگا وہ ہے %57۔ تو پھر اس حوالے سے این ایف سی میں گیس کی مد میں ہمارے جو واجبات مرکز پر تھے 120 ارب روپے انہوں نے کہا کہ ہم دس سالوں میں یعنی ہر سال ہم آ پکو 12 ارب روپے اور دے دیں گے۔ پھر گیس کے نرخوں کے سلسلے میں 4 ارب روپے سالانہ اور ہمیں مل رہے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو ملا کر ہمارا بجٹ جو پہلے بہت کم تھا اس سال تقریباً ڈگنا ہو چکا ہے۔ پھر این ایف سی میں جو ہمارا حصہ تھا 5.1 فیصد، اُس کو انہوں نے تقریباً ڈبل کر کے پہلی مرتبہ 9.09 فیصد تک لے گیا ہے۔ inverse آبادی کو بنیاد بنا کر ہمیں پیسے دیئے۔ پہلی مرتبہ رقبے کو بنیاد بنا کر ہمیں پیسے ملے، جو ہمارا حصہ تھا وہ تقریباً double ہو گیا۔ اس سال ہم نے جو 152 ارب روپے کا بجٹ پیش کیا یقیناً آئیں مرکز کی مہربانیاں شامل ہیں۔ پھر بجٹ میں جن شعبوں پر خاص طور پر زیادہ focus کیا گیا تھا آئیں مواصلات ایسا شعبہ ہے جس میں پچھلے سال 6 ارب روپے مخصوص تھے اس سال اسکو تقریباً ساڑھے تین گنا کر دیا یعنی 22 ارب روپے مواصلات کی مد میں جو رکھ دیئے یقیناً یہ امید افزا بات ہے۔ تنخواہوں کی مد میں ملازمین کی تنخواہوں میں

50% کا اضافہ کر دیا ہے صرف 50% نہیں بلکہ 15% میڈیکل الاؤنس بھی شامل ہے۔ اگر دیکھا جائے یقیناً 65% اضافہ ہم نے کیا ہے۔ پولیس، لیویز اور بی سی کی تنخواہوں میں 100% اضافہ ایک تاریخی قدم ہے جس سے ہم منہ نہیں موڑ سکتے۔ پھر 7 کروڑ روپے کی جو اس کالرشپ رکھی ہے تمام اضلاع کے لائق فائق اور قابل طلباء کیلئے یقیناً یہ بہت بڑا قدم ہے۔ آئندہ سالوں میں میری خواہش یہی ہوگی کہ اس رقم میں نہ صرف اضافہ ہوگا بلکہ اس کی تقسیم کے نظام کو زیادہ شفاف بنانے کی کوشش بھی کی جائیگی۔ کل پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے حوالے سے ایک سوال پوچھا گیا انہوں نے کہا کہ یہاں filtration plant اسمیں میں کچھ تصحیح کرنا چاہوں گا۔ مولانا صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں باری آغا صاحب۔ یقیناً PHE کا حصہ ہے۔ اس پروگرام کی مانیٹرنگ میں کرتا ہوں CDWP میں clean drinking water for all اسمیں شاید غلطی سے کچھ figures غلط لکھے جا چکے ہیں۔ بلوچستان میں 567 یونین کونسلیں ہیں۔ جبکہ یہاں جو figure چھپے تھے وہ 575 ہیں۔ 567 میں سے 409 میں ابھی ہمارے کام مکمل ہو چکے ہیں۔ باقی جو 158 پلانٹس ہیں اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان میں دو قسم کے پلانٹس ہیں ایک وہ ہے جہاں ہمارے پاس بجلی نہیں ہے۔ اسمیں شاید ہمارے ساتھ واپڈ ابھی تعاون نہیں کر رہی ہے۔ اکثر و بیشتر ہماری اسکیمیں خراب پڑی ہیں۔ پھر امن وامان کو دیکھتے ہوئے بھی شاید کام کی رفتار میں کچھ کمی واقع ہو گئی تھی۔ اب ہمارا نیا ٹارگٹ انشاء اللہ اکتوبر کے آخر تک یہ سارے پلانٹس انشاء اللہ کام کرنا شروع کر دیں گے اور اس ٹارگٹ کو ہم پورا کریں گے۔ پھر جناب عالی! جہاں تک صحت کا تعلق ہے یہ بہت خوش آئند قدم ہے یا بہت زبردست اقدام ہے۔ یہاں مولانا صاحب اور انکی ٹیم نے اس مرتبہ دواؤں کی مد میں 1 ارب 13 کروڑ روپے مختص کیئے ہیں پچھلے سال یہ رقم 29 کروڑ تھی تقریباً 4 گنا زیادہ ہے۔ پھر ہسپتالوں کی مرمت کے لیے ہم نے 1 ارب روپے رکھے ہیں بہت بڑی بات ہے۔ امید یہی ہے کہ اس سے انشاء اللہ ہمارے ہسپتالوں کا جو معیار بہتر ہوگا۔ تعلیم کے سلسلے میں آپ گریڈیشن کا جو ایک سلسلہ جاری ہے یقیناً بہت بڑی بات ہے۔ مگر میری ایک چھوٹی سی شکایت بھی ہے۔ جناب عالی! ہمارے کچھ اسکول بلڈنگیں دو تین سالوں سے مکمل ہو کر بیکار پڑی ہیں۔ بروری میں ایک گرلز کالج ہے ایک گرلز ہائی اسکول ہے گزشتہ 3 سالوں سے انکی بلڈنگیں مکمل ہیں مگر مجھے نہیں معلوم کہ ان میں اساتذہ کیوں نہیں جاتے ہیں؟ یا محکمہ والے انٹرفیشنل کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ پھر ایک انسٹیٹیوٹ مینجمنٹ سائنسز کے حوالے سے گزشتہ سال جو میں نے اسکا افتتاح کیا تھا اسکا سارا کام مکمل ہو چکا ہے جناب عالی! فرنیچر تک ہم نے رکھے ہیں۔ ہمارے جو پرانے سیکرٹری ایجوکیشن تھے اسکے زمانے میں ہم نے ان سے درخواست کی تھی کہ خدا را اسکے لیے SNE بنا دیں۔

اسوقت صوبے میں طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس سے آپ کی بلوچستان یونیورسٹی پر ایک بوجھ ہے ایک تو اسکو آپ ختم کر سکتے ہیں ساتھ ہی ساتھ جو حکومت نے 5 کروڑ روپے کی خطیر رقم وہاں لگائی ہے اس سے بھی استفادہ کیا جانا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ جلد از جلد اس پر کام کر کے اسکو فنکشنل کر دیں گے۔ بد قسمتی یہ ہے گزشتہ دنوں میں ہمارے جو پرائے ACS صاحب تھے اُنکے دور میں مجھے نہیں معلوم کہ اُنکو تعلیم سے کیوں بیر تھا۔ ایک ٹیکنیکل ٹریننگ سینٹر جسکی درخواست میں نے 8-9 مہینے بلکہ پچھلے سال میں نے کر دی تھی وہ جو on-going کے سلسلے جو 40-60 کا ایک فارمولہ بنا تھا۔ جناب عالی! اس پر میں نے 4 کروڑ روپے مختص کر رکھے تھے۔ مگر بد قسمتی یہ ہے کہ 20 مئی تک میری وہ درخواست بار بار رد ہوتی رہی ہے۔ مگر میں اس سلسلے میں نئے ACS صاحب کا مشکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے آتے ہی اس پر آرڈر کر دیا۔ گو کہ وہ اسوقت منظور ہوگئی ہے اور بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے چار کروڑ روپے ایک سال سے خواہ مخواہ بینک میں پڑے ہیں یا کہیں اور پڑے ہیں۔ بجائے اسکے کہ آج اگر ہم اس پر کام کر دیتے تو شاید آج وہ بلڈنگ بھی مکمل ہو چکی ہوتی۔ یقیناً مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ہمارے جو سرکاری افسران سامنے بیٹھے ہیں وہ ان گزارشات کو نہ صرف سنیں گے بلکہ بلوچستان کے عوام کے مفاد کی خاطر انشاء اللہ ان پر عملی اقدامات بھی کریں گے۔ پولیس کی تنخواہوں میں ہم نے 100% اضافہ کر دیا ہے۔ گزشتہ سال بھی میں نے چیخ و پکار کی تھی کہ جناب عالی پولیس ذمہ دار ہے۔ ہمیں پولیس کو وہ ساز و سامان فراہم کرنا چاہئے جسکی اُنہیں ضرورت ہیں۔ اب جناب عالی! میری تمام ارکان اسمبلی سے یہ گزارش ہے اب جبکہ ہم نے اُنکی تنخواہوں میں 100% فیصد اضافہ کر دیا ہے۔ آئیے ہم ایک کام کر لیں، ہم پولیس کو تو اس قابل بنائیں کہ وہ آکر ہمیں بریفنگ دے سکیں کوئٹہ کے جو حالات ہیں، بلوچستان کے جو حالات ہیں ہم چاہتے ہیں یہ جو قتل و غارت گری ہے اسکا سلسلہ ختم ہو۔ تو بد قسمتی یہ تھی کہ گرفتاریاں بہت کم عمل میں لائی جاتی ہیں۔ گزشتہ دنوں سٹی تھانے کے سامنے جو ایک واقعہ ہوا تھا جس دو بھائی شہید کیئے گئے۔ مقام افسوس تو یہ ہے کہ تھانے کے بالکل سامنے واردات ہوتی ہے۔ دو بندے شہید ہوتے ہیں ایک بندہ زخمی ہوتا ہے اور جو ملزمان ہیں وہ آرام سے بھاگ جاتے ہیں آج تک اُنکا کوئی سراغ نہیں ہے۔ جناب عالی! یہ وہ تمام مشکلات ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایوان پھر فیصلہ کر لے کہ ہماری پولیس اس قابل نہیں ہے آیا ان کی تنخواہوں میں نہ صرف کمی کر دیں بلکہ ان کے خلاف کوئی ایکشن لیں۔ میں اس دن سے ڈرتا ہوں کہ یہ ایوان یہ فیصلہ کر لے کہ یقیناً اب پولیس کے پاس میں سمجھتا ہوں کوئی بہانہ نہیں ہے۔ کہ وہ اب کوئی بہانہ کرے کہ ہمارے پاس فلاں چیز کی کمی ہے یقیناً اُن کے پاس کوئی کمی نہیں ہے ہاں ایک چیز ہے شاید جذبے کی کمی ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے بہت

سے اداروں میں جذبے کی کمی ہے جن کی وجہ سے آج ہماری یہ حالت آن پہنچی ہے۔ سوال یہ نہیں ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ سوال یہ ہے کہ اسکے بعد ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یہ ایوان معتبر ہے یہ ایوان محترم ہے۔ اسیس وہ تمام لوگ بیٹھے ہیں جو عوام کے نمائندے ہیں عوام کے ووٹوں سے یہاں برسراقتدار آئے ہیں۔ میری ان سے گزارش ہے جناب عالی! جہاں امن نہیں ہوگا وہاں بجٹ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ بجٹ ہمارا اسوقت کارگر ثابت ہو سکتا ہے یہ بجٹ ہمارا اسوقت بہتر ثابت ہو سکتا ہے جب ہم عوام کو امن دے سکیں۔ ہم عوام کی جان و مال کی حفاظت کر سکیں تو اس میں خلوص نیت ہے جس طرح ہماری پارلیمانی پارٹیوں کے سربراہوں نے مل کر ایک تاریخی بجٹ پیش کیا میری۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: Thank you چنگیزی صاحب!

وزیر کوالٹی ایجوکیشن: جناب عالی! میری ایک گزارش ہے فقط ایک منٹ اور لینا چاہوں گا۔ جناب عالی! جس طرح انہوں نے ایک تاریخی بجٹ پیش کیا۔ کیا ہم میں وہ جذبہ موجود نہیں ہے کہ ہم اس صوبے کے عوام کی جان و مال کی حفاظت کریں۔ جناب عالی! میں ہمیشہ focus یہی کرتا ہوں اگر ہم محفوظ ہیں اگر ہم موجود ہیں۔ اگر بلوچستان کے عوام موجود ہیں تو یقیناً اُنکے لئے بجٹ ہوگا۔ اگر خدا نخواستہ ایسے حالات پیدا کیئے گئے خانہ جنگی کے حالات پیدا کیئے گئے پھر نہ بجٹ کی کوئی حیثیت ہوگی نہ ہماری۔

جناب سپیکر: Thank you جی ڈاکٹر فوزیہ نذیر میری صاحبہ!

ڈاکٹر فوزیہ نذیر میری (مشیر برائے وزیر اعلیٰ، ممبر پاکستان نرسنگ کونسل): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

جناب سپیکر: میری ارکان سے گزارش ہے کہ بات کرنے کیلئے میرے پاس بہت کافی نام ہیں، اگر مختصر اپنی تقریر کریں کیونکہ پھر وزیر خزانہ نے wind-up speech بھی دینی ہے۔ جی فوزیہ صاحبہ!

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، ممبر پاکستان نرسنگ کونسل: شکریہ جناب سپیکر! بجٹ 2010-11ء پیش ہوا۔ بلوچستان کی تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ ہے۔ اور اس تاریخی بجٹ میں میں سب سے پہلے بلوچستان کے عوام کو مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں کہ جنہوں نے ایسے نمائندے منتخب کر کے اس ایوان میں بھیجے کہ جنہوں نے یہ سنگ میل عبور کیا۔ پھر میں ان تمام منتخب نمائندوں کو مبارکباد دیتی ہوں کہ انہوں نے ایک ایسا قائد ایوان منتخب کیا کہ جنگی وجہ سے ہمیں یہ تاریخی کامیابی ملی۔ اور اس مبارکباد کے اصل حقدار یعنی قائد ایوان صاحب، جنہوں نے قائد ایوان بننے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں جو اس ایوان میں کی گئی اور جو ریکارڈ پر موجود ہے۔ انہوں نے وفاق سے اُن تمام محرومیوں کا ازالہ چاہا جو گزشتہ 62 سالوں سے بلوچستان نے سہا۔ جناب سپیکر! قائد ایوان صاحب نے اپنی

کابینہ کے ساتھ بار بار اسلام آباد کے دورے کیئے اور وہاں حکمرانوں کو اس بات پر قائل کیا کہ وہ بلوچستان کے ساتھ انصاف کریں۔ بلوچستان کے ساتھ معاشیات اور مالیات کے معاملے میں منصفانہ رویہ اختیار کریں۔ کیونکہ بلوچستان کے ساتھ ان کا رویہ تلخ ہے۔ اگر بلوچستان میں موجودہ حکومت ناکام ہوگئی تو سیاسی طور پر کچھ بھی نہیں بچے گا مکمل تباہی ہوگی۔ جناب سپیکر! انہیں کاوشوں کا رد عمل اس صورت میں سامنے آیا کہ ہماری گیس ڈویلپمنٹ سرچارج کے بقایا جات تسلیم کیئے گئے۔ این ایف سی ایوارڈ کا فارمولہ تبدیل کیا گیا اور پہلی مرتبہ وفاق نے بلوچستان کی وجہ سے رقبہ، آبادی اور پسماندگی کی بنیاد پر تقسیم کا فارمولہ مرتب کیا۔ جناب سپیکر! یہ وہ حقائق ہیں کہ جسکی وجہ سے آج ہم اتنا بڑا بجٹ پیش کر سکے۔ اب حقیقی معنوں میں بلوچستان کی لیڈرشپ کے جو ایک امتحان کا process ہے وہ تو اب شروع ہوگا۔ اب دنیا کی نظریں ہم پر ہیں کہ آنے والے وقتوں میں ہم اس سرزمین کیلئے کیا out-put دے سکیں گے۔ جناب سپیکر! اگر ہم بلوچستان کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں long-term planing اپنانی ہوگی۔ اس بجٹ میں 12 ارب روپے investment کی مد میں رکھے گئے ہیں۔ اور وزیر اعلیٰ صاحب کی جانب سے صوبے میں BIB کا قیام ایک بہت ہی خوش آئند قدم ہے۔ جناب سپیکر! اب سب سے پہلے ہمارا goal یہ ہونا چاہیے کہ ہم سوئی اور کشمور کے بارڈر پر یوریا کھاد بنانے کے پلانٹ لگائیں۔ کیونکہ سوئی گیس وہ واحد گیس ہے جس سے یوریا کھاد بنتی ہے اور اس سے صوبے کو اربوں روپے کی آمدنی بھی ہوگی اور روزگار کے مواقع بھی ملیں گے۔ جناب سپیکر! اوجی ڈی سی ایل، پی پی ایل اور سوئی سدرن گیس ان سب کے شیعہ خریدنے سے بھی صوبے کو اربوں روپے کی آمدنی ہو سکتی ہے۔ جناب سپیکر! جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ایشین ڈویلپمنٹ بینک یہ سمجھتا ہے کہ گواد کو تو انائی کی گزرگاہ بنایا جائے۔ اسکے لئے اُس نے ساڑھے گیارہ ارب ڈالر ریل لائن، گیس پائپ لائن، تیل پائپ لائن اور روڈ کیلئے مختص کیئے ہیں تاکہ یہ بلوچستان سے ہوتے ہوئے افغانستان اور ترکمانستان تک پہنچے اور دنیا کو مستقیم اندھن دستیاب ہو۔ جناب سپیکر! اگر صوبائی حکومت انہی پیسوں سے ایسی environment develop کرے جس سے ایشین ڈویلپمنٹ بینک بلا خوف و خطر انویسٹ کرے اور یہ کام شروع ہو جائے۔ تو جناب سپیکر! میں وثوق سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ صرف ایک یہ واحد پروجیکٹ بلوچستان کو اتنا revenue generate کر کے دے سکتا ہے کہ وہ پورے پاکستان کو چلا سکے۔ اور پھر شاید پاکستان کو IMF سے بھاری شرائط پر قرضہ بھی نہ لینا پڑے۔ جناب سپیکر! آج کل بجلی کا بحران شدت اختیار کر گیا ہے جسکی وجہ سے صوبے کو کروڑوں روپے کے نقصان کا سامنا ہے۔ اور عوام کی بھی زندگی اجیرن ہوگئی ہے۔ لہذا اس sector میں انویسٹمنٹ کی ضرورت

ہے۔ ہمارے پاس کوئلہ وافر مقدار میں موجود ہے جس سے ہم باسانی 50,50 میگا واٹ کے پاور اسٹیشنز لگا سکتے ہیں جو ہماری ضروریات کو پورا کریں اور ان سے ایک اچھا revenue بھی generate ہو سکتا ہے۔ جناب سپیکر! اس سال کے بجٹ میں صحت کے شعبے میں مالی اعتبار سے ایک بہت اچھی پیشرفت ہوئی ہے۔ جس سے اُمید ہے کہ صحت کے مراکز صحیح طور سے کام کر سکیں گے۔ ہیلتھ سیکٹر میں مین نے پہلے بھی ایک دفعہ اسمبلی کی فلور پر یہ بات کی تھی کہ ہیلتھ سیکٹر میں نیشنل اور انٹرنیشنل فنڈنگ بہت ہوئی ہے لیکن اسکی کوئی positive نتائج دیکھنے میں نہیں آئے۔۔۔ (مداخلت)

**Mr . Speaker:** Order in the House please .

ڈاکٹر فوزیہ نذیر مری (مشیر برائے وزیر اعلیٰ، ممبر پاکستان نرسنگ کونسل): جیسے کہ جناب سپیکر! 1998ء کے سروے کے مطابق Maternal Mortality Rate 650 per one hundred thousand life birth تھا جبکہ 2007ء کے سروے کے مطابق یہ MMR بڑھ کے 785 per hundred thousand life birth ہو گیا ہے۔ جناب سپیکر! اربوں کے حساب سے پیسہ MMCH اور دوسرے انٹرنیشنل اداروں کی طرف سے آیا لیکن یہ ratio گھٹنکی بجائے بڑھ گیا۔ لہذا ان تمام غیر ذمہ داریوں کے تدارک کیلئے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کو ایک جامع منصوبہ بندی کرنی پڑے گی، پالیسی بنانی پڑے گی تاکہ check and balance کا system قائم ہو جائے۔ جناب سپیکر! آپ اور ہم جانتے ہیں کہ ٹی بی ایک موذی مرض ہے۔ اور یہ جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر اسکا صحیح طریقے سے علاج نہ کیا جائے اور اسکے علاج کیلئے دوا کے ساتھ ساتھ صاف ستھرا ماحول اور proper balance diet بھی نہ ہو تو جناب سپیکر! کچھ سال پہلے تک ہمارے ٹی بی ہسپتال میں مریضوں کو proper balance diet دی جاتی تھی لیکن گزشتہ کچھ سالوں سے یہ معاملہ ختم ہو گیا ہے۔ لہذا میں آپکے توسط سے قائد ایوان سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس سسٹم کو دوبارہ شروع کروائیں۔ اور دوسری بات ٹی بی کے مریضوں کے حوالے سے صاف ستھرے ماحول کی ہے۔ تو جناب سپیکر! فاطمہ جناح جنرل اینڈ چیفٹ ہسپتال بروہی میں اس لیے قائم ہوا تھا کہ وہاں صاف ستھرا ماحول اور پر فضاء مقام تھا۔ لیکن اب ہسپتال کے سامنے کا جو پہاڑ ہے اُس میں سینکڑوں کی تعداد میں کریش مشینیں لگی ہوئی ہیں جسکی وجہ سے وہاں ہر وقت دُھول اور مٹی رہتی ہے۔ جو ٹی بی کے مریضوں کے ساتھ ساتھ وہاں رہنے والے ہر شہری کیلئے harmful ہے۔ لہذا اس جانب بھی توجہ دی جائے اور کریش پلائٹس یہاں سے ختم کیئے جائیں۔ جناب سپیکر! دوسری بڑی بات ٹی بی کی تشخیص کا جو سب سے بڑا ذریعہ ہوتا ہے وہ ہے

ہے ایکسپریٹ مشین۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ بتانا پڑ رہا ہے کہ بلوچستان کے واحد ٹی بی ہاسپٹل میں واحد ایکسپریٹ مشین اس حد تک پرانی ہو چکی ہے کہ اب اس کی ایکسپریٹ میں ہم ٹی بی کو diagnose ہی نہیں کر سکتے۔ even وہ اس حد تک پرانی ہوئی ہے کہ میل اور فیمیل کی ایکسپریٹ ہم differentiate نہیں کر سکتے۔ لہذا آپکے توسط سے ایک بار پھر میں وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش کرونگی کہ جدید کمپیوٹرائزڈ ایکسپریٹ مشین ہسپتال کو فراہم کی جائے۔ اسکے علاوہ جناب سپیکر! ہپاٹائٹس آجکل پورے بلوچستان میں ایک وبا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ لہذا اسکی روک تھام کیلئے ایک مخصوص فنڈ کا قیام عمل میں لایا جائے جس سے ڈسٹرکٹ لیول پر عوام کو مفت ویکسینیشن کی سہولت دی جائے۔ جناب سپیکر! جب وزیر خزانہ صاحب نے وومن ڈویلپمنٹ منسٹری کے الگ ڈائریکٹوریٹ کے قیام کا اعلان کیا۔ تو یہ صوبے کیلئے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ جناب سپیکر! قوموں کو زندہ رکھنے کی غذا کی فراہمی کیلئے تو اربوں روپے رکھے جاتے ہیں اور قوموں کو پیدا کر نیوالی اور پروان چڑھانے والی جنس کیلئے صرف ڈھائی کروڑ روپے۔ یہ کس چیز کا خوف ہے۔ مرد اور خواتین معاشرے میں لازم و ملزوم جزو ہیں۔ یہ سیاہ فام اور سفید فام کا معاملہ نہیں ہے۔ جناب سپیکر! نہ یہ کسی آقا و غلام کا معاملہ ہے نہ یہ مزدور اور سرمایہ دار کا معاملہ ہے۔ ہاں میں مانتی ہوں کہ کچھ این جی اوز نے خواتین کی ترقی کی definitions کو غلط طریقے سے اُچھالا۔ بیان کیا۔ لیکن حقائق اُسکے برعکس ہیں۔ جناب سپیکر! صرف internal displaced persons میں UNICEF کے سروے کے مطابق خواتین کی تعداد 36 ہزار ہے۔ تو یہ ڈھائی کروڑ روپے تو اُنکی rehabilitation کیلئے بھی ناکافی ہیں۔ تو پورا سال وومن منسٹری اپنا ڈیپارٹمنٹ کیسے چلائے گی؟ لہذا ہمیں وومن ڈویلپمنٹ منسٹری کو streamline کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عورت کی ترقی ہی سے ایک خوبصورت معاشرہ جنم لے سکتا ہے۔ جناب سپیکر! جس طرح سے صوبے کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا تو میں آپکے توسط سے قائد ایوان صاحب سے گزارش کرتی ہوں کہ پرنٹ میڈیا کے فروغ میں حکومت اپنا کردار ادا کرے۔ اور سرکاری اشتہارات کی قیمت کو بڑھا دیا جائے۔ کیونکہ اس انڈسٹری کی وجہ سے بہت بڑا طبقہ برسر روزگار ہے۔ جناب سپیکر! آخر میں میں وزیر خزانہ صاحب، سیکرٹری خزانہ اور محکمہ خزانہ کے تمام اسٹاف کو مبارکباد دیتی ہوں کہ جنہوں نے دن رات کی محنت سے یہ بجٹ مرتب کیا۔ اور یہاں میں دو شخصیات کو خراج تحسین پیش کرنا چاہو گی، ایک سابق وفاقی وزیر خزانہ، شوکت ترین صاحب اور ہمارے سابق سیکرٹری خزانہ محفوظ علی صاحب، جنکی کاوشوں کی بدولت کامیاب این ایف سی ایوارڈ ہوا۔ اور بلوچستان خود کفیل ہو گیا۔ جناب سپیکر! پیشے کے لحاظ سے تو میں ایک ڈاکٹر ہوں ہندسوں کے ہیر پھیر سے ناواقف

ہوں۔ لیکن گزشتہ تین دنوں سے جو میں نے بجٹ اسٹڈی کیا ہے جناب سپیکر! میرے حساب سے میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ خسارے کا بجٹ قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک سرپلس بجٹ ہے۔ محکمہ مالیات نے کیوں اسکو خسارے کا بجٹ ظاہر کیا ہے یہ تو وہی بہتر بتا سکتے ہیں اور میں اپنی بجٹ تقریر کا اختتام عطا شاد (مرحوم) کے اس شعر سے کرنا چاہو گی:

ہم ایسے فقیروں کو یوں حسرت سے نہ تکیو  
ہم کرب سے گزرے ہیں کرامات سے پہلے

شکر یہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: Thank you جی۔ ڈاکٹر رقیہ ہاشمی صاحبہ!

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی (وزیر بین الصوبائی رابطہ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب سپیکر! کہ آپ نے بجٹ 2010-11ء پر بولنے کا موقع دیا۔ میں سی ایم جناب نواب محمد اسلم رئیس سانی صاحب اور انکے فنانس منسٹر جناب عاصم کردگیلو صاحب کو بلوچستان کی تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ جناب سپیکر! نواب صاحب کی حکومت اور انکے ساتھی اس مبارکباد کے مستحق ہیں کہ ان کی محنت کے نتیجے میں برسوں سے رُکے ہوئے این ایف سے ایوارڈ معرض وجود میں آیا۔ جسکی وجہ سے صوبوں کے درمیان معاملات کو آپس میں طے کرنا بھی شامل ہے اور مرکزی حکومت کی بھی اسمیں رضامندی شامل تھی تاکہ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ وسائل ملیں۔ جناب سپیکر! موجودہ صوبائی حکومت کی کوششوں سے برسوں کا یہ مطالبہ کہ گیس ڈولپمنٹ سرچارج پر بقایا جات ہمارا کا حق ہیں اور وہ ہمیں ملنے چاہئیں۔ اسمیں بھی صوبائی مخلوط حکومت کا میاب ہوئی۔ نتیجتاً آج ہم بلوچستان اسمبلی کے سب سے تاریخی بجٹ پر تقریر کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! بجٹ کی ترقیاتی اور غیر ترقیاتی بے شمار ایسے موضوع ہیں جن پر اظہار خیال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن وقت کی کمی اور ساتھ ہی معزز ممبران کی باتوں کو دہرانا نہیں چاہتی۔ قائد ایوان کی جناب سپیکر! آپکے توسط سے توجہ چاہو گی کہ یوں لگتا ہے کہ ترقیاتی بجٹ بناتے ہوئے ہم نے جناب وزیر خزانہ کے دیئے ہوئے analysis اور آئندہ کیلئے سفارشات کو مد نظر نہیں رکھا۔ یہ دو تین من کی کتابیں جو دی گئی تھیں صرف چند کو دیکھنے کا موقع ملا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

2009-10ء۔۔۔ (مداخلت)

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! آپ نے یہ تقریر لکھی ہوئی ہے یا points ہیں؟

وزیر بین الصوبائی رابطہ: نہیں نہیں points ہیں۔

جناب سپیکر: اچھا آپ ذرا کاغذ نیچے رکھیں کم از کم مجھے نظر تو نہ آئیں۔

وزیر بین الصوبائی رابطہ: ok, Thank you جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جی جاری کریں جی۔

وزیر بین الصوبائی رابطہ: کہ 2009-10ء تک اہم شعبے جن کا تعلق ہمارے سوشل سیکٹر سے تھا انکو ڈو پلپمنٹ کی مد میں بہت کم allocation ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! 2010ء کو اگر دیکھا جائے تو سب سے زیادہ فنڈز روڈ سیکٹرز میں دیئے گئے ہیں اور بہت سارے سیکٹرز ہیں ہیلتھ، ایجوکیشن، سوشل سیکٹرز ان محکموں میں بہت کم بجٹ مخصوص کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سارے بجٹ کا دو فیصد ہیلتھ کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایجوکیشن سیکٹر 2009-10ء کا تقریباً 784.4 ملین کے پانچ فیصد کا بجٹ ایجوکیشن کو دیا گیا ہے اور اسکی utilization دکھائی گئی ہے۔ اور دیگر سوشل سیکٹرز شعبہ جات پر توجہ negligible ہے negligible تھی۔ میں اپنے فنانس منسٹر جناب عاصم کردگیو صاحب کی مشکور ہوں کہ انہوں نے ان کاغذات میں کوئی ہیرا پھیری سے کام نہیں لیا ہے بلکہ تمام جو facts اور حقائق ہیں وہ کاغذ کی صورت میں print ہو کر ہمارے سامنے آئے ہیں اسکی ہم بہت مشکور ہیں۔ specially میں انکا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے کھل کے ہمارے سامنے کتاب رکھی ہے۔ اور جناب سپیکر! میں اُمید کرتی ہوں کہ موجودہ مالی سال میں دیگر سیکٹرز کو بھی ترقیاتی فنڈ میں سے نوازا جائیگا۔ اور پہلے کی طرح صرف ایک سیکٹر جو ہم پچھلی دفعہ روڈ سیکٹرز کو دیا تھا اس طرح اس سال بھی اُسکو بہت دیا گیا ہے تو اسی طرح باقی سیکٹرز کو بھی اس مد میں بہت دیا جائیگا۔ جناب سپیکر! میں نے اپنی پچھلے سال کی بجٹ تقریر میں ہیلتھ، اسی فورم پر میں نے گزارش کی تھی کہ بلوچستان ایک وسیع صوبہ ہے اور اگر یہاں ہیلتھ کا ڈویژنل اور ڈسٹرکٹ سطح پر اپنی health facilities کو improve کریں تو کم از کم جو minor operations ہیں جیسے delivery ہوگی، اپینڈکس ہو گیا۔ تو انکو کراچی یا کوئی دُور دراز فاصلے طے کر کے لایا نہیں جاسکتا ہے۔ تو آپکے توسط سے میں وزیر اعلیٰ کی توجہ چاہوں گی کہ بلوچستان کے ڈویژنل اور ڈسٹرکٹ سطح پر صحت کی بنیادی سہولتوں پر عملدرآمد کیا جائے تاکہ وہاں کے عوام کو سہولتیں میسر ہوں۔ اسی طرح ہمارا BMC ہے اور Civil hospital ہے۔ جس طرح ہم عوام کے منتخب نمائندے ہیں اور عوام الناس کو پتہ ہے کہ کوئٹہ شہر میں کوئی ایسا حادثہ ہو جاتا ہے تو ہمارے civil hospital, being a doctor میں اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ اور BMC ہمارے ان casualties کو cater نہیں کر سکتا نتیجتاً ہمارے یہ سارے CMH چلے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی کتنے افسردگی کی بات ہوتی ہے کہ ہمارے سیریس مریض جب Army hospital

میں پہنچتے ہیں تو جو راستے کی difficulty اور مشکلات ہوتی ہیں یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اچھا جناب سپیکر! یہاں میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ کی توجہ پھر چاہو گی کہ ہیلتھ کی ایک پالیسی، ایک high committee بنائی جائے جس میں پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کی سفارشات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مربوط جامع پالیسی بنانی چاہیے کہ بلوچستان کے جتنے B.H.U's تھے، جو ہم اتنے سالوں سے فنڈز دیتے آئے ہیں وہ کیوں ناکام ہوئے ہیں؟ تو میں آخر میں ایجوکیشن کے حوالے سے بھی کہنا چاہوں گی کہ ایجوکیشن کی بھی ایک ایسی high powered committee بنائی جائے جو ایجوکیشن کی مد میں دیئے ہوئے اخراجات ہیں ان کو monitor کرے اور دیکھے کہ وہ حقدار کو کیوں نہیں پہنچتے؟ اور یہاں میں آپ کے توسط سے منسٹر ہیلتھ اور سی ایم صاحب سے یہ کہنا چاہو گی کہ پاکستان میڈیکل ایجوکیشن (بلوچستان چپٹر) اگر ان کو ضرورت پیش آئی تو سینٹر کو بھی اعتماد میں لیکر ایک مربوط ہیلتھ پالیسی بنائی جائے۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ اس صوبائی حکومت کا کارنامہ ہوگا اور آئیو ایس نسلوں اس ہیلتھ پالیسی کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گی۔ آخر میں میں پھر اپنے وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ کی مشکور ہوں کہ جنہوں نے بلوچستان کا اتنے بڑے حجم کا بجٹ پیش کر کے اور تمام ممبران میں مساوی فنڈ تک پی ایس ڈی پی تقسیم کر کے اُنکے دلوں کو جیتا ہے۔ Thank you very much۔

جناب سپیکر: محترمہ غزالہ گولہ صاحبہ!

محترمہ غزالہ گولہ بیگم (وزیر ترقی نسواں): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکر یہ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں چیف منسٹر نواب محمد اسلم رئیسانی صاحب اور فنانس منسٹر میر عاصم کر دگیلو صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ اتنا بڑا تاریخی اور ٹیکس فرمی بجٹ انہوں نے پیش کیا۔ اور فیڈرل کے تعاون کے سے یہ بجٹ پیش کیا گیا۔ جس طرح سے این ایف سی ایوارڈ کی کامیابی ہم اسمیں ضرور ذکر کریں گے اور اسکے ساتھ ساتھ ہم اپنے صدر مملکت جناب آصف علی زرداری صاحب کو اور وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی صاحب کو ضرور مبارکباد بھی دیں گے۔ کیونکہ اُنکے ہی ساتھ ہمارے نواب اسلم رئیسانی صاحب کی محنت اور اُنکی مدبرانہ کوششوں سے وفاق کے ساتھ ملکر اتنا بڑا بجٹ سامنے لایا گیا۔ اور اسمیں سب سے اہم چیزیں جو سامنے آئیں وہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں چھپاس فیصد اضافہ اور انکے میڈیکل الاؤنس میں اضافہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی بجٹ میں رکھنا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ جس طرح یہاں کے لوگوں کی ایک دیرینہ خواہش تھی کہ لیویز کو واپس بحال کیا جائے تاکہ ان علاقوں میں law and order کے مسائل پر قابو پایا جاسکے۔ تو ان مطالبات کو بھی پورا کرتے ہوئے اُنکے لئے سو فیصد الاؤنسز بڑھائے گئے ہیں پولیس اور لیویز میں، یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے ہمارے بجٹ کے اندر۔

اُسکے علاوہ جس طرح سے جو بہت ایم areas ہیں ہمارے انکے جس طرح کہ ہیلتھ اور ایجوکیشن میں specially میں اسوقت ذکر کروں گی women department کا کہ اُن تینوں چیزوں کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ ایجوکیشن میں جو اُنکے لئے فنڈز رکھے گئے ہیں اور اسمیں جس طرح سے سکول کے اور کالجز کے بچوں کیلئے فرنیچر، بسیں یا بچوں کے جو بھی کالجز اُن کو مد نظر رکھا گیا ہے تو یہ important ادارے ہیں ہماری تعلیم کے، جس پر بہت طریقے سے اُنکو آگے کی طرف لایا جا رہا ہے۔ اسمیں جناب سپیکر صاحب! میں سرکار شپ کی بات کرونگی جس طرح سے بچوں کیلئے شہید محترمہ بے نظر بھٹو صاحبہ کے اسکالرز رکھے گئے ہیں میرٹ کی بنیاد پر۔ تو ہم یہ ضرور یہاں جناب سی ایم کی توجہ دلائیں گے کہ میرٹ جو ہو وہ بڑے ڈویژنز جس طرح کوئی نہ کے ساتھ جو اُنکو وہ نہ ہوں۔ اور وہ اپنے ڈسٹرکٹ لیول پر یا ڈویژن وائز اُنکو میرٹ کی سطح پر رکھا جائے۔ اسکے علاوہ صحت کی مد میں کیونکہ جب تک کوئی بندہ صحت مند نہیں ہے وہ اس معاشرے میں چل نہیں سکتا۔ تو صحت بھی ایک important department ہے۔ جس طرح پہلے کئی مرتبہ اُسکے فنڈز کم تھے لیکن اس دفعہ اُس کیلئے بھی بہت زیادہ فنڈز رکھے گئے ہیں۔ تو اس مد میں ایک بات میں ضرور کہو گی کہ جو ہپا ٹائٹس سی ہے۔ جناب سپیکر! میں سی ایم صاحب کی اس چیز کے اوپر ضرور توجہ دلانا چاہوں گی کہ بلوچستان کے کچھ ڈسٹرکٹس اس طرح کے ہیں جہاں پر ہپا ٹائٹس بہت زور سے پھیل رہا ہے۔ جوان بچے اور بچیاں ہپا ٹائٹس میں اُنکی موت واقع ہو رہی ہے۔ اور وہ ایک گھر کے فرد سے پورے خاندان میں پھیل رہا ہے۔ تو kindly جو میڈیسن کی مد میں پیسے رکھے گئے ہیں انہیں ضرور اس طریقے سے بھی خرچ کیا جائے کہ اُن ڈسٹرکٹس کو، جو specific ڈسٹرکٹس ہیں جن میں ہپا ٹائٹس بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے وہاں اُنکے injections کا ضرور انتظام کیا جائے۔ کیونکہ اسوقت بلوچستان کے کچھ ایریاں کیلئے ہپا ٹائٹس کا یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اور جناب سپیکر! اسکے علاوہ جس طرح food، خوراک کی مد میں گندم کی خریداری کیلئے جو اقدامات کئے گئے ہیں وہ قابل تعریف ہیں۔ ان اقدامات سے چھوٹے کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ جناب سپیکر! میں سی ایم صاحب کی اس طرف بھی توجہ دلواؤنگی کہ اگر پیڈی اور ایری۔ 6 جو کہ کچھ ہی ڈسٹرکٹس میں وہاں ہوتے ہیں عموماً وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ یا بہت کم قیمت پر آگے کے سندھ میں یا دوسرے وہاں کے جو لوگ ہیں middle-man وہ بہت کم داموں میں خرید کے لے جاتے ہیں۔ اور اُس سے ہمیشہ زمینداروں کو بھی اور کاشتکاروں کو بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اُنکی خریداری بھی بلوچستان میں اگر ممکن ہو سکے تو اُسے ضرور kindly consider کیا جائے۔ چاول کی کاشت، ایری اور پیڈی کیلئے۔ اور اُسکے علاوہ جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ صاحب کی بہت مشکور ہوں جنہوں نے

Women Department یہاں انکی creation ہوئی اور یہ ایک بہت بڑی achievement ہے ہمارے لئے۔ کیونکہ آج نہ صرف پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں women related issues کی بات کی جاتی ہے۔ اور اس کا قیام عمل میں لانا ایک بہت بڑی چیز ہے۔ حالانکہ اس کے لئے ڈھائی کروڑ روپے کا بجٹ رکھا گیا ہے، دیکھا جائے تو یہ بہت کم ہے۔ لیکن میں سمجھتی ہوں جتنے بھی تمام ڈیپارٹمنٹس کو بجٹ دیا گیا ہے وہ سن ڈیپارٹمنٹ کا میں سمجھتی ہوں بجٹ بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمارے لئے سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ بجٹ میں وہ سن ڈیپارٹمنٹ کو لایا گیا اس کیلئے بجٹ رکھا گیا ہے۔ ڈائریکٹوریٹ کی اسٹیبلیشمنٹ کی بات کی گئی ہے نئی jobs کی بات کی گئی ہے۔ تو یہ ہمارے لئے ایک بہت خوش آئند بات ہے۔ کیونکہ ہمیشہ عورتوں کے ساتھ ہر جگہ پر ویسے بھی امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ چاہے وہ گھر میں ہو یا گھر سے باہر۔ گھر میں بھی اگر کھانا بھی ہوتا ہے تو وہ عورت کے حصے میں کم اور مرد کے حصے میں زیادہ جائے گا۔ عورت ہر چیز کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ صاف پانی بھی مرد کیلئے آتا ہے عورت کو نہیں ملتا۔ تو چاہے ایجوکیشن میں ہو چاہے ہیلتھ کے حوالے سے یا کسی بھی فیلڈ میں لیکن عورت وہ ہمیشہ امتیازی سلوک کا شکار رہی ہے۔ اُسکی کم اجرت، یہ بھی ہم نے پہلے بات کہی تھی اور home based workers کیلئے ہم دوبارہ یہاں ان خواتین کیلئے جو گھروں میں کام کرتی ہیں، انکی اجرت کیلئے بھی ہم ضرور کہیں گے کہ ان کیلئے بھی کوئی چیز آئندہ سوچھی جائے۔

جناب سپیکر: غزالہ صاحبہ! میرے پاس جو لسٹ ہے اُس میں سب سے زیادہ عورتوں کے نام ہیں جو آج speakers ہیں۔

وزیر ترقی نسواں: جناب سپیکر! اس وقت ہمیں بہت ڈر تھا کہ یہ نہ ہو کہ ہم خواتین اور سپیکر صاحب بیٹھے ہوں in the end کیونکہ تمام ممبران اُٹھ کے جا رہے تھے۔ لیکن ہم سی ایم صاحب کے بہت شکر گزار ہیں کہ انکی موجودگی کی وجہ سے کورم نہیں ٹوٹا اور ہم اپنی بات کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ورنہ اس وقت تھوڑی دیر پہلے تک شاید ہم female ہی بیٹھے رہتے اور یہاں کوئی موجود نہ ہوتا۔ جناب سپیکر! میں سی ایم صاحب کو بلوچستان انوسٹمنٹ بورڈ کے قیام کو عمل میں جو لایا جا رہا ہے اُسکے لئے خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ آغاز حقوق بلوچستان کے تحت ملنے والی رقم کو صحیح انوسٹ کر کے صوبے کو منافع دلوا یا جاسکے گا۔ تو in the end میں بات کو مختصر کر کے یہ کہہ رہی ہوں کہ پھر وہی ہوگا کہ بات بہت بڑھ جائیگی۔ اور جو بجٹ پیش کیا گیا ہے ہم دل سے مبارکباد دیتے ہیں اپنے ان تمام لوگوں کو جنہوں نے اسکے اوپر کام کیا ہے چاہے اُس میں سی ایم صاحب ہوں، فنانس سیکرٹری، سی ایم صاحب، فنانس منسٹر اور تمام ہمارے colleagues اور آپ لوگوں نے ہماری بات کو بھی سنا سکا ہے لئے

بھی ہم Thank you کہتے ہیں۔ اور ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمارا صوبہ اور ہمارا ملک ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔ شکر یہ۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب سپیکر: حُسن بانو صاحبہ!

محترمہ حُسن بانو (مشیر برائے وزیر اعلیٰ): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ بلوچستان کی صورتحال اس وقت خاصی تشویشناک ہے موجودہ صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک بہترین بجٹ بنانا واقعی ایک مشکل عمل ہے۔ اس ایوان میں تیسرا بجٹ پیش ہو رہا ہے۔ اس بجٹ سے ہم کتنا مطمئن ہیں یہ بات نہیں، عوام کو اس سے کیا relief ملنا ہے ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ جناب سپیکر! آج جن issues کو مد نظر رکھنا ہے وہ خاصی بڑے ہیں۔ ایک اچھی بات یہ ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں 50% بڑھائی گئی ہیں۔ اور تعلیم کیلئے جو بجٹ رکھا گیا ہے وہ اچھی خاصی معقول رقم ہے۔ اس رقم کو خرچ کرنے پر check and balance رکھنا ضروری ہے۔ یہ رقم کس مقصد کیلئے رکھی گئی ہے ہمیں اُن مقاصد کو مد نظر رکھنا ہے۔ جناب سپیکر! امن وامان کی جو صورتحال ہے وہ تسلی بخش نہیں۔ امن وامان کے مسئلے کیلئے جو رقم مختص کرنی ہے یہ نہیں کہ ہم نے اس کے لئے کتنی رقم مختص کی ہے حالات کیوں بے قابو ہو رہے ہیں ہمیں ان حالات کو قابو کرنا ہے۔ جناب سپیکر! target killing کے سلسلے میں وراثہ کو جو رقم ادا کی جاتی ہے اُس کے حصول کیلئے اُن کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش کروں گی کہ اسکے طریقہ کار کو آسان بنایا جائے تاکہ متاثرہ خاندان کی جلد از جلد مالی معاونت ہو سکے۔ بلوچستان بالخصوص عورتوں کیلئے ہمارے بلوچستان میں خاص کر کوئٹہ میں کوئی پولیس اسٹیشن نہیں ہے۔ اس چیز کی ہمیں بے حد ضرورت ہے۔ اور صحت کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گی جناب سپیکر! کہ پرائیویٹ ہسپتالوں کی بڑھتی ہوئی بھرمار تشویش کا باعث ہے۔ سرکاری ہسپتالوں کو اتنا فعال بنایا جائے کہ عوام کو ریلیف مل سکے۔ میں جناب وزیر اعلیٰ سے گزارش کروں گی کہ ایم پی اے فنڈز جو کہ میڈیکل فنڈز کے نام سے ہمیں دیئے جاتے ہیں ان کے حصول کو آسان بنایا جائے۔ کم از کم ہر ایم پی اے کو اتنا دیا جائے کہ وہ دس سے پندرہ ہزار اپنے فنڈز اپنے پیڈز پر جو اُن کے پاس لوگ آتے ہیں اُن کو دیا جاسکے۔ عورتوں کیلئے ایسے سینٹرز بنائے جائیں، دیہاتوں اور گاؤں میں زچگی کے دوران جو اموات ہوتی ہیں جو انہیں تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُن پر قابو پایا جاسکے۔ آخر میں میں آپ سب کا شکر یہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب سپیکر: شاہدہ روف صاحبہ، زرینہ زہری صاحبہ، عظمیٰ پیر علی زئی صاحبہ، نسرین کھیتراں صاحبہ۔

محترمہ نسرین رحمن کھیتراں (صوبائی وزیر): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ Thank you جناب سپیکر! بجٹ

کے پاس ہونے کے بعد ایک روایت ہے کہ ہم سب لوگ اس پر جتنا appreciate نہ کریں اُسکی مبارکباد نہ دیں، اپنی suggestions نہ دیں۔ تو لگتا ہے کہ جیسے اُسکی حق تلفی ہو۔ یہ بجٹ سب کو پتہ ہے کہ بڑا بجٹ ہے۔ جتنا ہمارے ایک ایم پی اے کو ابھی بجٹ ملتا ہے 70ء کی دھائی اور 80ء کی دھائی میں تو صوبے کا بجٹ اتنا ہوتا تھا۔ پیسے کی قیمت اتنی کم نہ تھی جبکہ ایران ہم سے پیچھے تھا۔ ابھی اسکا پیسہ ہم سے زیادہ ہو گیا ہے۔ انڈیا ہم سے پیچھے تھا اسکا پیسہ زیادہ ہو گیا۔ even کہ new born، میں تو new born نہیں کہو گی پرانی ہے تاریخ افغانستان کی، اس کا پیسہ ہم سے پیچھے تھا لیکن وہ بھی ہم سے آگے نکل گیا۔ یہ پیسے کا ہیر پھیر ہے اسمیں کچھ نیچے گرتے جا رہے ہیں کچھ آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ بہر حال یہ دنیا کی ایک دَوڑ ہے اور circle ہے چلتا رہیگا۔ میں مبارکباد پیش کرونگی سی ایم صاحب کو، جیسے ہمارے سب محترم ممبران نے کہا کہ اُنکی ایتک کوششوں سے، ذاتی دلچسپی سے، سب سے بڑی چیز کہ ہمارا این ایف سی ایوارڈ منظور ہوا۔ اور اسمیں تمام صوبوں نے ملکر ایک فیصلہ کیا ورنہ اتنے سالوں سے یہ defer ہوتا ہوتا یہاں تک پہنچ گیا۔ شاید اگر ابھی بھی نہ ہوتا تو اُسکے بعد کیا ہوتا یہ تو قدرت جانتی ہے۔ لیکن اسمیں لوگوں کی جو امیدیں، انہوں نے اپنی امیدیں زیادہ لگالی ہیں۔ کہ بلوچستان میں اس دفعہ تاریخی بجٹ آیا ہے جو کھرب سے plus ایک کھرب 55 ارب کے لگ بھگ ہے۔ اور اسمیں ساتھ ہی بلوچستان پیکیج بھی ہے جسکے حوالے سے لوگوں کی اپنی ملازمتوں کے حوالے سے، اپنے ترقیاتی پروگراموں کے حوالے سے بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں۔ سی ایم صاحب نے ایک بہت اچھی suggestion دی تھی کہ ہیلتھ، ایجوکیشن اور drinking water ان میں آپ لوگوں نے زیادہ توجہ دینی ہے، جب کمیٹی کی میٹنگ تھی اور کمیٹی کو یہ ایک نتیجہ کی گئی کہ اسمیں زیادہ آپ allocation رکھیں۔ ہیلتھ پر تو بہت سارے لوگوں نے بات کی اس کے لئے بہت سارا بجٹ بھی رکھا گیا ہے میں اعداد و شمار میں نہیں جانا چاہتی۔ کہ پرائیویٹ ہسپتالوں اور گورنمنٹ ہسپتالوں میں، میری سی ایم صاحب سے یہ request ہے کہ وہاں specially جیسے میری بہنوں نے بھی بات کی ہے کہ زچہ و بچہ کے مسائل اور ایسی machineries جو after birth اور new borns کیلئے بہت ضروری ہوتی ہیں، وہ بہت سارے hospitals میں نہیں ہیں۔ اور اسمیں عورتوں کو specially دیہی علاقے سے آئی ہوئی عورتوں کیلئے بہت بڑے مسائل ہیں۔ ہمارے district-wise جتنے hospitals ہیں DHQ's اسمیں BHU's ہمارے ڈاکٹر سب سے بڑی چیز جو میں پچھلے پانچ سال سے کہتی رہی اور ابھی بھی میں سی ایم صاحب کی توجہ چاہتی ہوں کہ ہمارے جو دیہی علاقوں کے ڈاکٹر ہیں وہ وہاں نہ ہونے کی وجہ سے، وہاں ڈیوٹی نہ perform کرنے کی وجہ سے ہمارے

دیہی جو دیہاتی لوگ ہیں وہ زیادہ suffer کرتے ہیں۔ اور اگر ہم اپنے ڈاکٹرز سے ایک proforma agreement اُنکا لے لیا کریں کہ جب وہ پبلک سروس کمیشن کے through اپنی services کیلئے جاتے ہیں تو وہ پانچ سال اپنے ڈسٹرکٹس میں ضرور ضرور وہاں serve کریں۔ تو یہ میری request ہے سی ایم صاحب سے کہ اس چیز پر ضرور implementation ہونی چاہیے کہ یہ لوگ اپنے areas میں duties ضرور کریں۔ اس طرح ہماری کافی مشکلات جو ہیلتھ سے related ہیں وہ کم ہو جائیں گی۔ second ایجوکیشن ہے۔ ایجوکیشن میں بھی آپ دیکھیں کہ جتنے پرائیویٹ سکولز ہیں، آجکل تو گلیوں اور چھوٹی چھوٹی جگہوں پر انہوں نے ایک business start کی ہوئی ہے۔ لیکن گورنمنٹ کے under نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کوئی ground نہیں۔ بچوں کی physically activities کیلئے ان میں کوئی سہولیات نہیں ہیں۔ تو میں آپ کے توسط سے سی ایم صاحب کو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ please اس پر بھی نظر ثانی کریں تاکہ جتنے بھی پرائیویٹ سکولز ہیں اُنکو اس چیز کا پابند کیا جائے کہ اُنکا جو criteria ہے اُس پر پورا اُتریں ورنہ اُنکی رجسٹریشن کینسل ہو جانی چاہیے۔ drinking water کی بات۔ drinking water کا ہمارا کوئٹہ میں بھی بہت problem ہے۔

جناب سپیکر: ایک منٹ محترمہ! جی جان علی چنگیزی صاحب؟

جناب جان علی چنگیزی (وزیر کواٹھی ایجوکیشن): فقط ایک جملہ sir آپ کی اجازت سے۔ نواب صاحب! اس خوشی کے موقع پر اگر جعفر جارج صاحب کو واپس بحال کر دیں۔

جناب سپیکر: اچھا آپ continue کریں جی۔

محترمہ نسرین رحمن کھیمڑان (صوبائی وزیر): drinking water کے حوالے سے۔۔۔ (مداخلت)

نواب محمد اسلم خان رئیسانی (قائد ایوان): جناب سپیکر! جان علی چنگیزی کیا خوشی؟

وزیر کواٹھی ایجوکیشن: اس بجٹ کی خوشی کے موقع پر جعفر جارج صاحب کو sir بحال کریں۔۔۔

(ڈیک بجائے گئے)

قائد ایوان: جعفر جارج کو اگر میں بحال کروں یہ اپنے آپ بد حال کریگا۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب سپیکر: جی continue محترمہ نسرین صاحبہ!

محترمہ نسرین رحمن کھیمڑان (صوبائی وزیر): جی میں drinking water کی بات کر رہی تھی کہ ہمارے

کوئٹہ میں جبکہ اتنی اسکیمات بھی ہیں اور WASA ایک بہت بڑا ادارہ ہے۔ اُسکے باوجود ہمارے بہت سارے

علاقوں میں even کہ گجر صاحب کا جو اپنا حلقہ ہے جان محمد روڈ وہاں کوئی پانچ چھ ماہ سے پانی نہیں آرہا ہے۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر ہم پھر غائب کا پانی، مجھے اس چیز کی سمجھ نہیں ہے لیکن اگر بی بی زبیدہ راج سے ایک نہر لاسکتی تھیں۔ راج سے ایک نہر نکالی گئی جو مکہ شریف میں آئی حاجیوں کو پانی پلانے کیلئے۔ اگر ہم پھر غائب کا پانی یہاں کوئی تک، میرا خیال ہے کہ کوئی ایسی اسکیم یا کوئی ایسا پروجیکٹ اگر ہم بنائیں کہ ہمارا وہ پانی یہاں، کیونکہ بیٹھا پانی ہے اور اسکو utilities کیا جائے۔ اور ہمارے interior میں جتنی بھی چھوٹی کاریز ہیں یا جو بھی قدرتی پانی ہے، انکو میرا خیال ہے کہ ہم لوگ پائپس کے ذریعے یا جس بھی طریقے سے اپنے ایریا میں لاسکتے ہیں third one تھا ایگریکلچر۔ کہ ایگریکلچر ہمارا۔۔۔ (مداخلت)

جناب سپیکر: جی گجر صاحب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ایک منٹ محترمہ!

جناب محمد اسماعیل گجر (وزیر شہری منصوبہ بندی و ترقیات): محترم سرین کھیتران صاحبہ نے جو نشانہ ہی کی ہے میں چیف منسٹر صاحب کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ ہائی کورٹ نے ٹیوب ویلز کے NOC کے اوپر ban لگا دیا ہے۔ انہیں جو PHE سے ٹیوب ویلز لگ رہے ہیں یا WASA سے، تقریباً اٹھارہ واٹر سپلائی اسکیمیں میرے حلقے میں لگی ہیں۔ انکی میں request کروں گا کہ جو سرکاری WASA اور PHE کے جو ٹیوب ویلز ہیں انکو مستثنیٰ قرار دیا جائے تاکہ ہم اپنی اسکیموں کو پورا کر سکیں۔ اور دوسرا جان محمد روڈ کا ایریا جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ پی بی۔ 1 کا ایریا ہے میرا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

محترمہ سرین رحمن کھیتران (صوبائی وزیر): چلیں جی وہ میرے محترم بھائی ہیں ایسی کوئی بات نہیں مجھے جب کسی نے complain کی یا میں نے جا کر دیکھا تو مجھے وہ کہنا پڑا۔

جناب سپیکر: آپ تقریر جاری رکھیں۔

محترمہ سرین رحمن کھیتران (صوبائی وزیر): ایگریکلچر ہمارا بہت تھوڑا سا ایریا ہے بلوچستان میں یہ سب سے بڑی چیز اللہ نے دی ہے کہ ایک تو نصیر آباد، جعفر آباد کے علاقے وہ زیادہ ایگریکلچر land ہیں یا پھر ہمارے ادھر جو مومن سون کا ایریا ہے جس میں موسیٰ خیل، بارکھان، دکی اور لورالائی ہے ان علاقوں میں تھوڑی سی ایگریکلچر lands ہیں۔ جیسا کہ لوگ بہت کچھ کرتے ہیں ایگریکلچر میں نئی researches ہو رہی ہیں۔ تو ہمارے جتنے بھی ایریا ہیں وہاں اگر وہ ڈرائنگ سسٹم کے سلسلے سے چاہیں تو میرا خیال ہے کہ ہم اپنے ایگریکلچر کو بھی بہت زیادہ آگے لے جاسکتے ہیں اور ہو سکتا ہے انشاء اللہ۔ پولیس کی تنخواہوں میں، مجھ سے بہتر سب لوگوں نے بہت کہا

کہ انکی 100% تنخواہیں بڑھادی گئی ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے جتنے بھی class-iv سے لیکر higher officers ہیں انکو زیادہ تنخواہیں ملیں گی۔ لیکن اسمیں انکا ایک تربیتی جو سسٹم ہے اسکو ہمیں change کرنا ہوگا۔ کیونکہ ہماری پولیس کے جو لوگ ہیں وہ اگر after matric بھی اگر آئیں تو انکی تربیت ایسی ہونی چاہئے کہ کم از کم وہ law and order کو خود ہی نہ توڑیں بلکہ وہ علاقے کے جو جس جگہ پر بھی ہوں انکی ایک خاص قسم کی تربیت ہونی چاہئے تاکہ law and order کو وہ maintain کر سکیں۔ یہ ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے پولیس میں۔ اسکے بعد میں آپ سے ایک request کرونگی سی ایم صاحب کے توسط سے کہ ہمارے پاس کونٹہ میں کوئی لیڈیز مارکیٹ نہیں ہے specially جب میں اپنے علاقے کے لوگوں سے ملتی ہوں یا انکے interior problems سے لوگ آتے ہیں یہاں شاپنگ کیلئے۔ آجکل تو ویسے target killings اور law and order کا problem ہے، اسکی وجہ سے لوگ باہر ہی نہیں نکل رہے ہیں۔ تو یہاں خواتین کی اگر کم از کم ایک چھوٹی مارکیٹ ہو جس میں خواتین ہی customer ہوں اور خواتین ہی sales member ہوں تو میرا خیال ہے کہ ہم تھوڑا سا لوگوں کا جو problem ہے وہ ختم کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ صاحب! آپ کونٹہ میں ایک مینا بازار بنوادیں۔

محترمہ نسرین رحمن کھیران (صوبائی وزیر): نہیں جی مینا بازار different اسمیں ہوگا۔ جو عورتوں کی مارکیٹ ہے جیسا کہ کراچی میں ہے، لاہور میں ہے، پشاور میں ہے اور پنڈی میں ہر جگہ لیکن کونٹہ جہاں ہماری عورتوں کی روایات مختلف ہیں، ہماری بلوچی روایات مختلف ہیں، وہاں ہمیں ضرورت ہے اس چیز کی۔ میں آخر میں وزیر اعلیٰ صاحب کو اور عاصم کرد صاحب کو بہت مبارکباد پیش کرونگی کہ تاریخی بجٹ نہ ہو بلکہ آگے آنے والا اگر ہم نے اپنے بڑوں کے ٹوٹل بجٹ کو لیا تو اگر ہمارے آئیو الے ہیں وہ ہمارا ٹوٹل بجٹ وہ کھربوں میں انکو بجٹ ملے۔ Thank you

جناب سپیکر: راحیلہ حمید خان درانی!

محترمہ راحیلہ حمید خان درانی (وزیر پراسیکیوشن): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ محترم سپیکر! میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ آخر آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب سپیکر: sorry آپ۔۔۔

وزیر پراسیکیوشن: میں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ آخر مجھے بولنے کا موقع دیا۔

جناب سپیکر: مجھے پتہ ہے آپ زیادہ بولیں گے، اسی لئے آخر میں موقع دیا۔

وزیر پراسیکیوشن: بہر حال آپ کا بھی شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ میں بجٹ کے اعداد و شمار کی تفصیل میں زیادہ نہیں جاؤنگی۔ میرے تمام ساتھی اس پر کافی بات کر چکے ہیں۔ لیکن مختصراً ایک over-all جائزہ اور ساتھ میں اسمیں کچھ تجاویز پیش کرونگی۔ میں سمجھتی ہوں کہ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ جب موجودہ حکومت آئی تو اس وقت صوبے کی مالی صورتحال کیا تھی۔ اگر ہم اسمیں مختصراً دیکھ لیں تو ہمارے اوپر تقریباً اٹھارہ سے بیس ارب تک کا over draft تھا۔ ہمارا جو PSDP تھا وہ ہمیں بار بار بھاگ کر جانا پڑتا تھا۔ فیڈرل گورنمنٹ کی مرہون منت تھا کہ وہ ہمیں فنڈ دے گی تو ہمارا PSDP بنے گا۔ ہر بجٹ پر ہمیں بار بار بھاگنا پڑتا تھا فیڈرل کی طرف دیکھنا پڑتا تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اسٹیٹ بینک نے ہمیں پیسے دینے سے انکار کر دیا۔ تو یہ تمام صورتحال موجودہ حکومت کے سامنے تھی۔ اُسکے بعد اس ساری صورتحال میں صوبائی حکومت نے اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔ اور اسمیں جو مختصراً کامیابیاں حاصل کیں وہ تمام ممبران کے سامنے ہے جس میں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ over-draft کو ختم کیا گیا۔ اور این ایف سی ایوارڈ۔ جس پر میرے خیال میں ایک تاریخی کامیابی ہے صوبے کی، جس سے ہمارا کافی مسئلہ حل ہوا۔ اور اسکے ساتھ ہی گیس رائلٹی تھی جس پر ہمیں اپنی اُمیدوں سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اور ان تمام مالی achievements کے بعد ہمیں اپنے صوبائی بجٹ بنانے میں آسانی پیدا ہوئی۔ اب میں بجٹ کی طرف آتی ہوں کہ موجودہ بجٹ یقیناً اپنے تاریخی اعتبار سے ایک بہت بڑے حجم کا بجٹ اور ٹیکس فری بجٹ بھی ہے۔ تنخواہوں میں اضافہ، چونکہ میں زیادہ شہر میں پھرتی ہوں لوگوں سے ملتی ہوں، تو ہر جگہ مجھ سے پوچھتے تھے کہ جناب یہ جو آپ تنخواہوں میں اضافہ کر رہے ہیں یہ واقعی ہوگا؟ فیڈرل نے تو کر دیا ہے صوبہ کریگا؟ اور میرا جواب یہی ہوتا تھا کہ انشاء اللہ آپ کو ایک اچھی خبر ملے گی۔ اور آپ یقین کریں کہ تنخواہوں کے ساتھ ساتھ پنشن اور دوسری ہم لوگوں نے صوبائی امداد جو بڑھائی ہے جو ہمارے فنڈز بڑھے ہیں سرکاری ملازمین کے، اس سے اُن میں ایک خوشی کی لہر دوڑی ہے حقیقتاً اُنکے دلوں میں ایک تسلی آئی ہے اور انہیں اندازہ ہوا ہے کہ پہلی مرتبہ گورنمنٹ نے اُنکی بات سنی ہے اور اُنکی مشکلات کا احساس کیا ہے۔ تو یہ وہ جذبات ہیں جو میں آپکے توسط سے وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر خزانہ صاحب تک پہنچانا چاہتی ہوں کہ عوام نے اس چیز کو بہت زیادہ appreciate کیا ہے۔ میں اس بجٹ پر یقیناً جو روایتاً ہمیں یہ ضرور کہنا پڑتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اُنکی، لیکن میں یہاں حقیقتاً دل سے کہوں گی کہ انہوں نے جو کوششیں کی ہیں صوبے کے نہ صرف بجٹ کے حوالے سے، اُسکے حقوق کے حوالے سے، ہر لیول پر اور اُنکے ساتھ وزیر خزانہ صاحب اور جتنے بھی

ہمارے افسران تھے محکمہ خزانہ کے انہوں نے جو بھی خدمات انجام دی ہیں اسکے لئے میں ان کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اور ہمارے پی اینڈ ڈی کے وزیر مولانا واسع صاحب۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتی ہوں جو آج اس وقت ہمارے صوبے میں خدمات انجام نہیں دے رہے لیکن انہوں نے اسمین یقیناً اپنی بڑی کوششیں کیں جس میں ہمارے سابق چیف سیکرٹری ناصر کھوسہ صاحب اور محفوظ علی خان صاحب انہوں نے یقیناً اس صوبے میں بہت خدمات انجام دیں اور ہمیں انکی چیزوں کا اعتراف کرنا چاہئے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ ہمارے موجودہ چیف سیکرٹری احمد بخش لہڑی صاحب میں انکی کوششوں کو بھی ضرور سراہوں گی کہ انکے آنے سے ہمیں جانے والوں کی کمی کا اتنا احساس نہ ہوا اور وہ پوری تندہی سے اس عمل میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور چیزوں کو بہت دانشمندانہ طریقے سے چلا رہے ہیں۔ حالانکہ ہمیشہ لیڈران کو بیورو کریسی سے شکایات رہتی ہیں لیکن اس دفعہ اس شکایت میں %50 کمی ہوئی ہے۔ اب تو یہ چیزیں ہو گئیں تعریفوں کی۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ تعریفوں کے ساتھ ساتھ جو تھوڑا بہت ہمیں اپنی کمزوریوں کو بھی دیکھنا چاہئے کہ اس میں ہماری کہاں کہاں کمزوریاں ہیں اور کس طرح ہم ان پر over کم کر سکتے ہیں میں ان تمام کو highlight کرنا چاہتی ہوں اور ساتھ ساتھ مختصراً اس پر آپکو suggestions بھی دینا چاہتی ہوں۔ سب سے پہلے تو جیسے پہلے میرے ساتھی colleagues ہیں انہوں نے بھی کہا کہ خواتین اس صوبے کا %52، میں کہتی ہوں پورے ملک کا %52 ہیں انکے لئے میں سمجھتی ہوں PSDP میں کوئی ایسی قابل ذکر چیز نہیں رکھی گئی ہے کہ کہا جائے کہ جی خواتین کیلئے ایک ایسی چیز رکھی گئی ہے جس سے انہیں direct فائدہ ہوگا۔ اگر سکول لڑکوں کو دیئے گئے ہیں تو چلو انکا بھی کر دیا جاتا ہے صحت کیلئے کیا گیا ہے تو چلو اسمین خاص طور پر خواتین کے لئے کوئی ایسی قابل ذکر اسکیم نہیں ہے میرے خیال میں کہ اتنے بڑے ratio کے ہیں خواتین کو ignore کرنا میری نظر میں ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ اسی کے ساتھ ریسرچ کے حوالے سے میں سمجھتی ہوں ریسرچ انسٹیٹیوٹ اور ہیومن ریسورس کے حوالے سے کوئی ایسی اسکیمیں نہیں رکھی گئیں اور youth کے حوالے سے کہ جہاں ہمارے یہ لوگ ہیں، کیونکہ تو میں ریسرچ پر ترقی کرتی ہیں۔ لیکن یہاں دیکھنے میں آ رہا ہے کہ ریسرچ کے حوالے سے کوئی ایسا ادارہ یا اسکے لئے ہم نے کوئی ایسی رقم نہیں رکھی ہے کہ جس سے آگے ہماری کوئی لیڈرشپ یا ہمارے youth کو کوئی فائدہ ہو۔ اور ہیومن ریسورس کے حوالے سے بھی۔ اسی طرح نہ grounds کے حوالے سے، نہ اسپورٹس کے حوالے سے جہاں ہمارے young لوگوں کیلئے یا خواتین کے کوئی parks ہوں کہ جس میں جا کر وہ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیں۔ یا ایک جو حق ہے پورے ہمارے معاشرے کے ہر فرد کا، فیملی کا، کہ وہ جا کر کم از کم

تھوڑا سا ایک سکون کا لمحہ کہیں گزار سکیں۔ ایسی کوئی بھی اسکیم مجھے یہاں خصوصاً نظر نہیں آتی۔ تعلیم کے حوالے سے بڑے انقلابی اقدامات کئے گئے ہیں۔ میں ہمیشہ اپنی بجٹ تقاریر میں جو باتیں کہتی تھیں ان میں سے 50% مجھے نظر آتی ہیں اور اس سے میں بے انتہا خوش ہوں کہ اسکیم buses کا ذکر ہے اسکیمیں فرنیچر کا ذکر ہے وہ ساری چیزیں جس میں ہم سمجھتے ہیں کہ انکی ضرورت تھی انکو ڈالا گیا ہے۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ تعلیم کا standard مسلسل نیچے جا رہا ہے۔ اور اس پر میں وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کرونگی کہ وہ اس طرح کی ایک task force بنائیں جس میں تعلیم کو crash پروگرام کے طور پر لیا جائے اور اسکیمیں تمام لوگوں کی تجاویزی لی جائیں اور ایک مربوط پالیسی بنائی جائے کہ کس طرح ہم اس ڈیپارٹمنٹ کو اور اس شعبے میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اگر ہم نے آج یہ نہ کیا تو میں نہیں سمجھتی کہ ہماری نوجوان نسل اور آگے آنے والی نسل ہمیں معاف کر سکے۔ buildings بھی بن جاتی ہیں، ہمیں حصے کے مطابق پیسے بھی مل جاتے ہیں لیکن اصل چیز vision ہے۔ اگر آج ہم نے اس پر serious انداز میں بیٹھ کر discussions نہ کیں اور آئندہ، میں تو کہتی ہوں لوگ 25, 25 سال 50, 50 سال کی آگے ماسٹر پلاننگ کرتی ہیں۔ ہماری پانچ سال کی پلاننگ نہیں کہ آئندہ پانچ سال میں ہم تعلیم کو کہاں دیکھ رہے ہیں؟ تو میں سمجھتی ہوں کہ اسکیمیں ہمیں بہت serious انداز میں سوچنے کی ضرورت ہے کجا کہ ہمارا بجٹ بڑھتا۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محترم سپیکر آپکی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتی ہوں کہ فیڈرل PSDP میں HEC نے یونیورسٹیز پر پچاس فیصد cut لگا دیا ہے اور آج ہماری یونیورسٹیز اپنے ملازمین کو تنخواہیں نہیں دے سکتیں۔ میں تو کہتی ہوں کہ اس پر بھی فیڈرل گورنمنٹ سے بات ہونی چاہیے۔ جہاں تک صحت کی بات ہے اس شعبے میں ہم بہت بد قسمت رہے ہیں۔ آج کسی سے بھی آپ پوچھ لیں ہمارا ہر مریض جتنی بھی ہم facilitation دے دیں، جتنے بھی comments دے دیں، جتنے بھی hospitals بنالیں، ہمارا آج ہر مریض وہ کراچی، لاہور، اسلام آباد یا کہیں اور جا رہا ہے۔ تو آخر اس پر بھی ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ ایسی کیا وجہ ہے کیا ہمارا ہیومن ریسورس جو ڈاکٹرز ہیں وہاں کوئی کمی ہے یا ہسپتال کی تنظیم میں کوئی کمی ہے یا ایسی کیا بات ہے کہ ہمارا ہر مریض غریب امیر وہ کہتا ہے کہ یہاں مرنے کیلئے نہیں رہیں گے ہم وہیں جائیں گے۔ تو اسکیمیں ہمیں یہاں بھی ایک پالیسی اور ماسٹر پلان کی ضرورت ہے کہ آئندہ دس سال میں ہم کہاں جائیں گے؟ اور میری تجویز یہ ہے کہ کم از کم آٹھ صحت کے شعبے ایسے بنائے جائیں کہ جہاں تمام facilitation ہوں اور تمام ڈسٹرکٹس میں تمام ممبران سے میری درخواست ہے کہ وہ model female hospitals کم از کم بنائیں کیونکہ اس وقت mortality rate in the

Balochistan is the highest 800 women آجکی ہر سات منٹ کے بعد ایک عورت مرتی ہے۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ اس وقت صحت کی پوزیشن کیا ہے؟ آج آجکی عورت اور آپ کے بچے صحت کے حوالے سے صحیح ہوں گے تو آپ لوگ خود سکون کا احساس کریں گے اور یہ ہماری سب سے پہلی ذمہ داری ہے کہ ہم انہیں یہ سہولت دیں۔ اور میں ادھر یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ چونکہ ہمارے پاس ایک BMC (بولان میڈیکل کالج) ہے پورے بلوچستان میں اور میرے سننے میں آیا ہے کہ آرمی میڈیکل کالج بنانے کی ایک تجویز ہے جو سوچی جا رہی ہے کہ ادھر بنایا جائے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک بہت اچھا اقدام ہے اور آرمی میڈیکل کیلئے ہمارے یہاں سے لوگ نمبرز لیکر پنڈی جاتے ہیں اور وہاں داخلہ لیتے ہیں۔ تو میری یہ درخواست ہے وزیر اعلیٰ صاحب سے وزیر خزانہ صاحب سے کہ اس طرح کے پراجیکٹس کو بہت زیادہ support کیا جائے provincial level پر تاکہ ہمارے بچے یہاں پوری اعلیٰ معیار کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ اور بہترین ڈاکٹرز بنیں اور پھر یہیں serve کریں۔ اسکے علاوہ جو باقی شعبے ہیں ان کا میں مختصراً بتانا چاہتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ صاف پانی ground discharge ہو رہا ہے، زراعت کے حوالے سے، energy کے حوالے سے، کہ آج بھی کوئٹہ جیسے شہر میں لوگ ساری ساری رات نہیں سو سکے رہے ہیں، دن میں بارہ سے چودہ گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔ tourism کے حوالے سے اور cultural promotion کے حوالے سے توجہ دینے کی یقیناً ضرورت ہے۔ اور اسکے علاوہ بھی، تو میں کہتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ اس پر کمیٹی بنائیں جب تک minds اکٹھے ہو کر نہیں بیٹھیں گے اس وقت تک ہم اسکے اوپر کوئی منصوبہ بندی نہیں کر سکتے۔ ہمارا کام ہی منصوبہ بندی اور legislation ہے۔ محترم سپیکر صاحب! میں سمجھتی ہوں کہ اب ہمیں جاگ جانا چاہئے۔ بجٹ سے لیکر اسکیموں تک سال کے آخر تک ہم لوگ releases کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ منسٹرز کا یہ حال ہے کہ وہ ایک اسکیم کے کاغذ پکڑ کر کے دوسرے کاغذ تک S.Os کے کمروں تک جا رہے ہوتے ہیں کہ جی ہماری یہ release کر دیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری planning کتنی ناکام ہے؟ اور ہمارے وزراء کا کام اسکے علاوہ نہیں رہ گیا کہ صرف ہم جا کر releases کروائیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ کسی بھی جو ہماری اسکیمیں ہیں، میری تجویز یہ ہے کہ پی اینڈ ڈی ڈی پارٹنمنٹ پی ایس ڈی پی کے حوالے سے ہماری releases کم از کم ہمارا home work complete ہو تو وہ ہماری releases جو لائی یا زیادہ سے زیادہ اگست تک کر دیں تاکہ ہم آئندہ پورے سال یہ کام کر سکیں۔ اور ہمیں یہ شرمندگی نہ ہو کہ جی ہمارا پیسہ واپس ہو گیا بلوچستان گورنمنٹ اس قابل نہیں ہے کہ وہ پیسہ خرچ کر سکے۔ ہم یہ بات next time نہ سنیں۔

اور ہم یہ تمام سال یہ اسکیمیں complete کر سکیں۔ بجٹ کی تیاری، میری suggestion یہ ہے کہ پورا سال ہونی چاہئے بجائے کہ سال کے آخر جون میں ہمیں target دیا جائے کہ جلدی جلدی آپ اپنی اسکیمات دے دیں۔ میں سمجھتی ہوں ہمیں پورا سال تین تین مہینے اس کیلئے اجلاس کرنے چاہئیں۔ specifically بجٹ کی تیاری کے حوالے سے اور planning کی تیاری کے حوالے سے۔ کہ ہم نے آگے کس طرح سے بجٹ کو چلانا ہے؟ کتنی اسکیمیں complete ہو چکی ہیں اور کتنی رہ گئی ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ میں سمجھتی ہوں کہ ہم ممبران کو، ہر ممبر نے کہا کہ میرے حلقے میں سکول نہیں ہیں، میرے حلقے میں صحت کے مراکز نہیں ہیں، میرے حلقے میں فلاں چیز نہیں ہے۔ میں ادھر یقیناً سپیکر صاحب! آپکی ضرورت تعریف کرونگی اور اپنے کچھ ممبران کی جس نے بھی کہا اُس نے کہا کہ مجھے اسکول چاہئے۔ مجھ سے اسکول بہت کم لوگوں نے مانگا ہے۔ لیکن میں یہاں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر پارلیمنٹریز، ہم خود اپنا احتساب کریں کہ ہم کس قسم کی اسکیمیں دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ہماری اسکیموں کی monitoring ہونی چاہئے کہ آخر ہم نے کس مد میں، کہنا تو آسان ہے، میں یہاں کھڑے ہو کر کہہ دوں کہ جی women کیلئے کوئی اسکیم نہیں ہے۔ ایجوکیشن کیلئے کوئی اسکیم نہیں ہے۔ ہیلتھ کیلئے کوئی اسکیم نہیں ہے۔ لیکن میں خود اپنے آپ کو اس اسمبلی میں احتساب کیلئے کھڑی کرتی ہوں کہ دیکھا جائے کہ ہم ممبران، کیا واقعی ان کیلئے اسکیمیں دے بھی رہے ہیں کہ نہیں؟ تو یہاں ہمیں sincere ہونا پڑیگا اپنے ساتھ اور اپنے عوام کیساتھ اور اپنے cause اور اپنی اسمبلی کیساتھ اور اپنے صوبے کے ساتھ کہ ہم یہاں۔۔۔۔

جناب سپیکر: Thank you راحیلہ۔

وزیر پراسیکیوشن: sir میری بالکل آخری بات ہے کہ ہم کتنے sincere ہیں اپنے اس cause کیساتھ کہ ہم واقعی ان شعبوں میں کام کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں؟ محترم سپیکر صاحب! میں سمجھتی ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ان تمام چیزوں پر سنجیدگی سے سوچیں اور ان تمام policies پر جو ہم بات کر رہے ہیں ان پر عمل کریں۔ بد قسمتی اس وقت یہ ہے کہ ہمارے اکثر محکمے وہ routine کا کام کر رہے ہیں۔ اُنکے پاس کوئی جامع پالیسی نہیں ہے۔ ہمیں اگر اپنے آپ کو دیگر صوبوں کے برابر لانا ہے تو ہمیں بے انتہا سنجیدگی کیساتھ پروگرام شروع کرنے پڑینگے۔ otherwise اسی طرح تقاریر ہوتی رہیں گی، بجٹ پاس ہوتے رہیں گے، لیکن ہمارا جو اسٹنڈ رڈ ہے وہ کبھی بھی improve نہیں ہوگا۔ یہ ایک اچھی کوشش یقیناً ہوگی پیسوں کے حوالے سے، لیکن معیار کے حوالے سے بھی ہمیں سنجیدگی اختیار کرنی پڑے گی۔ اور اگر ہم نے آج یہ فیصلہ نہ کیا تو یقیناً قوم تو ہمیں کیا، ہم خود بھی اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکیں گے۔ Thank you (ڈیسک بجائے گئے)

جناب سپیکر: Thank you جی۔ وزیر خزانہ صاحب ابھی ایک مقرر ہے ہمارے پاس بجٹ پر بحث کرنے کیلئے جے پرکاش صاحب، منسٹر صاحب! وہ بات کریں تو آپ wind-up speech آج دینگے یا 28 کے اجلاس میں؟

میر محمد عاصم کردگیلو (وزیر خزانہ): جناب سپیکر صاحب! 28 کو رکھ دیں بہتر ہے۔

جناب سپیکر: 28 کو۔

وزیر خزانہ: یہ اپنی speech کر دیں۔ میں wind-up speech 28 کو کرونگا۔

جناب سپیکر: جے پرکاش صاحب آج بجٹ 2010-11 پر آخری بحث میں حصہ لیں گے جی۔

منسٹر جے پرکاش (صوبائی وزیر): جناب سپیکر! میں بھی 28 کو کروں گا۔

جناب سپیکر: نہیں 28 کو آپ بات نہیں کر سکیں گے، آج بجٹ کا آخری دن ہے۔ آپ نے اگر بات کرنی

ہے تو ابھی کر لیں؟ اگر آپ بحث میں حصہ لیتے ہیں تو آج بجٹ کا آخری دن ہے۔

منسٹر جے پرکاش: میں ابھی بات کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ بات کریں، مختصر کریں۔

منسٹر جے پرکاش: شکریہ جناب سپیکر صاحب! کہ آپ نے بجٹ 2010-11ء پر بات کرنے کا موقع دیا۔

جناب! بجٹ تعریف کے قابل ہے۔ یہ تمام credit ہمارے قائد ایوان نواب صاحب اور پی اینڈ ڈی

سینئر صوبائی وزیر مولانا عبدالواسع صاحب، جناب عاصم کردگیلو صاحب اور انکی ٹیم کو جاتا ہے۔ ہم انکے مشکور ہیں

کہ انہوں نے بہت محنت اور کاوشوں سے یہ بجٹ بنایا۔ اور فیڈرل گورنمنٹ کا بھی ہم مشکور ہیں کہ انہوں نے

بلوچستان سے تعاون کیا اور مزید اُس سے اُمید ہے کہ وہ بلوچستان سے تعاون کریں گے۔ جناب سپیکر! اسکے ساتھ

ساتھ میں آپکی تھوڑی سی توجہ minorities کی طرف بھی دلاتا ہوں۔ کہ آغاز حقوق بلوچستان کی جو سروسز

کا پیکیج ہے اسمیں ہمیں minorities کو کافی حد تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ اور اسمیں ہمارے بندے کم

adjust کئے گئے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ساتھ چند دن پہلے جو minorities کے ساتھ واقعات پیش ہوئے

تھے۔ تو آپکی موجودگی میں ہم تینوں نے مل کر واک آؤٹ کیا تھا۔ اور معزز ایوان کے اراکین ہمارے پاس باہر

آئے تھے کہ جب نواب صاحب آئینگے تو ہم ایک کمیٹی تشکیل دینگے۔ اور ابھی تک وہ کمیٹی تشکیل نہیں دی گئی۔

جناب سپیکر: اجلاس کے بعد نواب صاحب سے بات کرتے ہیں۔

منسٹر جے پرکاش: جناب! پچھلے سات سال سے ہم چلاتے آرہے ہیں کہ ہم اقلیت کے ممبر تو ہوتے ہیں لیکن

ہمارا Minority Affairs Department کو ابھی تک create نہیں کیا گیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اقلیت کو اس حوالے سے نظر انداز کیا جاتا ہے؟ اس میں ہمارا 5% کوٹہ ہے اسکا باقاعدہ نوٹیفیکیشن جاری کیا جائے۔ اور اسکے ساتھ ابھی آئیو الے ڈسمبر میں میڈیکل کے ٹیسٹ بھی ہیں۔ جس میں ہماری ایک سیٹ ہے۔ آپ کے توسط سے ہمارا اسمیں بھی پانچ فیصد کوٹہ بڑھانا چاہئے۔ اور اسکے ساتھ مرکز میں بلوچستان کو ہیلتھ میں جو سیٹیں ملی ہوئی ہیں ان میں بھی ہماری minorities کا کوٹہ ہونا چاہئے۔ جناب سپیکر صاحب! آپ سے یہ بھی گزارش کرتا چلوں کہ ہم minorities کا حلقہ پورا بلوچستان ہے۔ ہمارے فنڈز، ایک ایم پی اے ہے جسکا چند کلو میٹر پر حلقہ ہے۔ اُنکا فنڈز بھی اتنا ہی ہیں جتنا ہمارا ہیں۔ تو ہمارا فنڈز double ہونا چاہئیں تاکہ ہم بلوچستان کی minorities کی اچھی طرح سے خدمات سرانجام دے سکیں۔ شکریہ جناب!

جناب سپیکر: Thank you آپ کی بات ہوگئی؟ The House is now adjourned to meet again on Monday the 28th of June 2010 at 4:00p.m .

(اسمبلی کا اجلاس شام 7:00 بجے اختتام پذیر ہوا)

